فقر کا دُنیا میں واحد ترجمان

ماہنامہ

سُلطانُ الفقر

لاہور
پاکستان

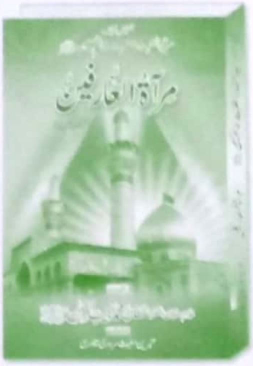
جنوری 2013ء صفر المظفر، ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ (الاحزاب آیت ٦)

نبی (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مومنین کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔



سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور کی مطبوعات



نام کتاب: **مرآۃ العارفین (ترجمہ وشرح)**

تصنیفِ لطیف: سیّد الشہدا سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہٗ

ترجمہ وشرح: عنبرین مغیث سروری قادری (ایم۔اے۔ابلاغیات)

صفحات: 240 سائز:8.75x5.75

امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ نے اپنے والدِ محترم امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ سے اُمّ الکتاب سورۃ فاتحہ کی شرح دریافت فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہٗ نے ''مرآۃ العارفین'' کے نام سے زیرِ نظر تصنیف تحریر فرمائی جو کہ وحدت الوجود پر اولین تصنیفِ مبارکہ ہے جس میں امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے پہلی بار وحدت الوجود اور اُمّ الکتاب انسانِ کامل کی اصطلاح بیان فرمائی اور انسانِ کامل کی شان واضح فرمائی۔

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کے حکم واجازت پر مسز عنبرین مغیث سروری قادری نے اصل عربی متن مع اردو ترجمہ اور جامع وآسان شرح تحریر فرمائی ہے جو ''علمِ حسینؓ شرح مرآۃ العارفین'' کے نام سے ماہنامہ سلطان الفقر کے صفحات کی زینت بنتی رہی۔ اب کتابی صورت میں قارئین کے لیے علمِ معرفت کا لافانی تحفہ۔

● ہدیہ 300روپے علاوہ ڈاک خرچ ● ڈاک خرچ 20روپے



نام کتاب: **رسالہ روحی شریف**

تصنیفِ لطیف: سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ

مترجم: خادم سلطان الفقر سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

صفحات: 44 سائز:8.75x5.75

''رسالہ روحی شریف'' سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی مختصر مگر جامع تصنیف مبارکہ ہے۔ آپؒ اپنی اس تصنیف مبارکہ کے متعلق فرماتے ہیں ''اگر کوئی ولی واصل عالمِ روحانی (کے مراتبِ سلوک) یا عالمِ قدس (ملکوت) کے مراتب میں رجعت کھا کر اپنے مقام سے گر جائے تو اس پاک کتاب کو وسیلہ بنالے تو یہ اس کے لیے مرشد کامل ہے۔ اگر وہ اسے وسیلہ نہ بنائے تو اسے قسم ہے، اگر ہم اُسے اس کے درجہ تک نہ پہنچائیں تو ہمیں قسم ہے۔ اگر راہِ سلوک کا طالب اس پر بھروسہ کرے اور اسے مضبوطی سے تھام لے تو میں اس کتاب کے ہاتھ میں لیتے ہی اُسے زندہ دل اور روشن ضمیر بنادوں گا''۔

خادم سلطان الفقر سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے طالبانِ مولیٰ کی رہنمائی کے لیے سادہ وآسان ترجمہ کے ساتھ اصل فارسی متن بمعہ اعراب شائع کروایا اور اس تصنیفِ لطیف میں موجود فقر کی حقیقتوں کو سمجھانے کے لیے حواشی مرتب فرمائے ہیں۔ پہلی مرتبہ کتابی شکل میں آرٹ پیپر پر دیدہ زیب پرنٹنگ کے ساتھ۔

● ہدیہ 200 روپے علاوہ ڈاک خرچ ● ڈاک خرچ 20روپے

کُتب ''حقیقتِ اسمِ اَللّٰہُ ذات'' اور ''مرشدِ کامل اکمل'' اور اس کے علاوہ **پوسٹرز** **تصاویر** نعتیہ وعارفانہ کلام کی CD's اور DVD's بھی دستیاب ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو لوگ ہماری طرف آنے کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی طرف آنے کے راستے دکھا دیتے ہیں۔ پ۲۱ سورۃ العنکبوت ۶۹

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّی

فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے (الحدیث)

فقر کا دنیا میں واحد ترجمان

ماہنامہ سلطان الفقر

لاہور پاکستان

شمارہ نمبر 06 | جنوری 2013 صفر المظفر، ربیع الاول ۱۴۳۴ھ | جلد نمبر 07



فہرس

1	حمد، نعت	2
2	الف	3
3	حُسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	4
4	خُلقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	15
5	سابقہ الہامی کتب میں تذکرہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	26
6	حضوریٔ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	35
7	محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازل تا ابد	41
8	عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	46

چیف ایگزیکٹو: محمد مغیث افضل سروری قادری 0300-4737607

چیف ایڈیٹر: محمد اسد خان سروری قادری 0300-8891452

ایڈیٹر: محمد راشد سروری قادری 0345-4699975

اسسٹنٹ ایڈیٹر: عنبرین مغیث سروری قادری

محمد ناصر حمید سروری قادری

محمود احمد سروری قادری 0322-4722766

زرِ تعاون: فی شمارہ 30 روپے — سالانہ چندہ 350 روپے

مقامِ اشاعت اور پتہ برائے خط و کتابت

سلطان الفقر ہاؤس 4/A-ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Tel: 042-35436600, Cell: 0322-4722766 E-mail: sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com

● www.tehreek-dawat-e-faqr.com ● www.sultan-ul-faqr.com

پبلشر ناصر حمید سروری قادری نے سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور کے زیرِ اہتمام آر۔ٹی۔پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر سلطان الفقر ہاؤس 4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور سے شائع کیا



حمدِ باری تعالیٰ

سینۂ ہستی میں حقیقت نظر آئی ہے تیری
میری ہر سانس میں قدرت نظر آئی ہے تیری

غور کروں تو نظر آتے ہیں اسرار ہزاروں
ذرے ذرے میں وحدت نظر آئی ہے تیری

ہر ایک میں تم ہو ہر ایک میں رنگ ہے تیرا
ہر آئینۂ صورت میں صورت نظر آئی ہے تیری

روزِ ازل جب بانٹ دیا تقدیر نے مجھ کو
تھا دِل تیرا، دِل میں صورت نظر آئی ہے تیری

جب سے دِل و نگاہ میں آیا ہے تیرا رنگِ وحدت
تب سے نوکِ قلم میں حقیقت نظر آئی ہے تیری

یہ تعلیمِ دلبر کا کرم ہے دیکھو تو ذرہ
لمحے لمحے میں صداقت نظر آئی ہے تیری

میری آنکھوں میں رنگ بھر دیئے دیدار نے تیرے
فلک سے اونچی حکومت نظر آئی ہے تیری

میں ہوں زندہ یہ کرم ہے اُن کا ساؔجد
اُن کی محبت میں حقیقت نظر آئی ہے تیری

محمد ساجدؔ سروری قادری

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

میرے آقا ﷺ کی عطاء جانِ مسیحائی ہے
اِن کے ہی نُور سے عالم نے ضیاء پائی ہے

کاسۂ جان تُجھے خاکِ بطحا سے بھروں
شاہوں کے تاج سے تو اعلیٰ یہ گدائی ہے

ہم غریبوں سے بھلے طیبہ میں اُڑتے پنچھی
کیا مقدر ہے بھلا کیسی جگہ پائی ہے

آلِ احمد ﷺ کی خدا ہم کو خوشبو دے دے
انہی پھولوں سے سبھی انجمن آرائی ہے

جامیؒ و حالیؒ و اقبالؒ تڑپتے ہی رہے
عشق سے عجز سے کیسی ادا پائی ہے

چُوم کر نامِ نبی ﷺ آنکھوں سے لگاتا ہوں
اِن کے ہی نام سے جنت میں وہ رعنائی ہے

اپنے دامن میں نہیں کچھ بھی عِصیاں کے سوا
سر پہ اک تاجِ سخن گنبد خضرائی ہے

ان کی رحمت ہی مجیؔد دنیا پہ چھائی ہے
تیرے آقا ﷺ کی عطاء جانِ مسیحائی ہے

پروفیسر عبدالمجیدؔ چٹھہ

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ھو

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

خیالِ خواندن چندیں کتب چرا است ترا
الف بس است اگر فہم ایں ادا است ترا

ترجمہ: تجھ پر اس قدر کتابیں پڑھنے کی دُھن کیوں سوار رہتی ہے؟ اگر تُو صاحبِ فہم ہے تو تیرے لئے "علم الف" (اسم اللہ ذات) ہی کافی ہے۔ (فرمان باھُو)

ظہورِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

یاد رکھ کہ جب حق سبحانہٗ تعالیٰ نے خود کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی ذات سے اسمِ اَللّٰہُ ذات کو ظاہر فرمایا جس سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہوا، جب اپنی ہی قدرتِ توحید سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس آئینے میں دیکھا' تو دیکھتے ہی خود پر مائل ومشتاق وفریفتہ ہوگیا اور ربّ الارباب اور حبیب اللہ کا خطاب پایا اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوقات پیدا ہوئیں۔ حدیثِ قدسی میں فرمانِ الٰہی ہے "لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةِ" (ترجمہ: محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت ہی ظاہر نہ کرتا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جس نے سب سے پہلے کلمہ طیب پڑھا وہ خود اللہ تعالیٰ نے پڑھا، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روح مبارک نے پڑھا اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی روح مبارک شکمِ مادر ہی میں مسلمان ہوئی اور اس نے کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھا۔ اِس کے بعد دیگر صحابہ کرام معجزۂ ایمان سے مشرف ہوئے۔ (عین الفقر۔ تصنیف لطیف حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ)

شرح اَلۡفَقۡرُ فَخۡرِیۡ

اَلۡفَقۡرُ فَخۡرِیۡ کی شرح یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے "فقر میرا فخر ہے اور فقر ہی میرا سرمایا ہے"۔ یاد رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سادات، اہلِ قریش، علماء، آئمہ اور انبیاء کے فقر کو اپنا فخر قرار نہیں دیا بلکہ آپ نے اَلۡفَقۡرُ مِنِّیۡ کا فرمان لِیۡ مَعَ اللّٰہِ کے مقام سے جاری فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا فقر فنا فی اللہ کا مقام لِیۡ مَعَ اللّٰہِ کسی نے نہیں دیکھا اور نہ ہی کوئی اور فقر کے اس مقام پر پہنچا ہے۔ اَلۡفَقۡرُ فَخۡرِیۡ کی شرح یوں بھی ہے کہ فقر کی ابتدا اسمِ اَللّٰہُ سے ہے یعنی فقرا اسمِ اَللّٰہُ سے فقیر بنتے ہیں اور اسمِ اَللّٰہُ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے کہ اسم اَللّٰہُ اسم مُحَمَّدٌ میں تبدیل ہوجاتا ہے چنانچہ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے یَا مُحَمَّدُ اَنۡتَ اَنَا وَ اَنَا اَنۡتَ "اے محمد تُو میں ہے اور میں تُو ہے"۔ یعنی یہ دونوں نام ایک ہی صنف سے ہیں اسی لیے آپ نے فرمایا اَلۡفَقۡرُ فَخۡرِیۡ وَالۡفَقۡرُ مِنِّیۡ (فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے)

یاد رہے کہ ہر کسی کی کچھ نہ کچھ ملکیت ہوتی ہے لیکن فقر کی ملکیت کچھ بھی نہیں۔ اگر اس کی ملکیت ہے بھی تو وہ اسمِ اَللّٰہُ ہے کہ اہلِ فقر دنیا کی ملکیت سے منہ موڑ کر اسم اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں کہ فقیر ملک وملکیت سے جدا ہوتا ہے، اُسے جو کچھ دیتا ہے خدا دیتا ہے۔

فقر را تحقیق کردم از فقر   فقر طالب نیست دنیا سیم و زر

میں فقیر کو اس کے فقر سے پہچان لیتا ہوں کہ فقر سیم وزر کا طالب نہیں ہوتا۔ (محک الفقر کلاں۔ تصنیف لطیف حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ)

ضروری قرار دیا گیا۔ اس لیے صحابہ کرامؓ اور عاشقانِ دیدار کو جب باطنی آنکھ سے آپ ﷺ کا حُسن و جمال نظر آتا ہے تو چہرہ مبارک سے نگاہ ہٹانے کو دل ہی نہیں کرتا بلکہ سکون یہی ہے کہ بس دیدار کیے جاؤ' صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کے دیدار میں خود کو گم کر دیا اور عاشقین آج بھی آپ ﷺ کے دیدار میں محو ہیں۔ یہ عاشقین رسول ﷺ کے حُسنِ بے مثال پر انگلیوں کی بجائے گردنیں کٹانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

❖ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے والدِ محترم کے ایک خواب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خواب میں میرے والد صاحب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میرا حسن و جمال لوگوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ ربّ تعالیٰ کی غیرت سے اگر ظاہر ہو جائے تو لوگ اس سے زیادہ کچھ کریں گے جو کہ یوسف علیہ السلام کے وقت ہوا تھا"۔

❖ شاعرِ دربارِ رسالت ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اے اللہ کے محبوب میری آنکھ نے آج تک آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہ دیکھا ہے' نہ دیکھے گی اور کسی عورت نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل بچہ پیدا نہیں کیا۔ آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک اور مبرّا پیدا کیا گیا۔ گویا آپ ﷺ کو اس طرح پیدا کیا گیا جس طرح آپ ﷺ چاہتے تھے۔"

آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے حُسن کی تجلیات کا مشاہدہ کیا تو اپنی ہتھیلی اپنی آنکھوں پر رکھ لی اس لیے کہ (تجلیات کی شدت سے) کہیں میں بینائی سے محروم ہی نہ ہو جاؤں۔ (جواہر البحار جلد 2)

❖ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "میں نے کبھی بھی کوئی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ حسین نہیں دیکھی بلکہ نبی اکرم ﷺ کو ہی سب سے زیادہ حسین و جمیل دیکھا ہے"۔ (الوفا۔ ابن جوزی)

❖ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" میں نے حبیب خدا ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں پایا"۔ (الوفا۔ ابن جوزی)

❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" نبی کریم ﷺ یوں معلوم ہوتے گویا کہ چاندی سے ڈھالے گئے ہیں"۔ (بیہقی' ابن جوزی' سیوطی' امام ابن کثیر)

❖ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "حضور اکرم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت' حسین و جمیل' چہرۂ انور کے لحاظ سے اور رنگت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلے تھے"۔ (ابن جوزی)

❖ محمد بن عمارؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک مجھے بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا "اے بیٹے! اگر تو آپ ﷺ کو دیکھتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو"۔ (الوفا۔ ابن جوزی)

❖ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضور رحمتِ عالم ﷺ سرِ انور سے لے کر قدم مبارک تک نور ہی نور تھے' آپ ﷺ کے حُسن و جمال کا نظارہ کرنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتیں' آپ ﷺ کا جسمِ اطہر چاند اور سورج کی طرح منور و تاباں تھا۔ اگر آپ ﷺ کے جلوہ ہائے حُسن لباسِ بشری میں مستور نہ ہوتے تو روئے منور کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا ناممکن ہوتا"۔ (مدارج النبوۃ)

❖ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہمارے نبی اکرم ﷺ کا حُسن و جمال اوجِ کمال پر تھا۔ لیکن ربِّ کائنات نے حضور ﷺ کے جمال کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخفی رکھا' اگر آپ ﷺ کا جمال پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا تو حضور ﷺ کے روئے تاباں کی طرف آنکھ اٹھانا بھی مشکل ہو جاتا"۔ (جمع الوسائل)

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم ﷺ کے حُسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "آپ ﷺ قد مبارک میں نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد بلکہ میانہ قد کے تھے' آپ ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ کچھ گھنگھریالے تھے۔ جسم اطہر میں فربہ پن نہ تھا۔ چہرہ مبارک (بالکل گول نہ تھا بلکہ اُس) میں تھوڑی سی گولائی تھی' رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں۔ آپ ﷺ کی پلکیں دراز' جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔ کندھوں کے سرے اور درمیان کی جگہ پُر گوشت تھی۔ آپ ﷺ کے بدن اقدس پر زیادہ بال نہ تھے۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔ آپ ﷺ جب چلتے تو قدموں کو قوت سے اُٹھاتے گویا نیچے اُتر رہے ہوں۔ جب آپ ﷺ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن کو پھیر کر توجہ فرماتے۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں' سب سے زیادہ سخی دل والے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے' سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور خاندان کے لحاظ سے سب سے زیادہ افضل۔ جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا' جوں جوں قریب آتا آپ ﷺ سے مانوس ہو جاتا اور آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔ (الغرض آپ ﷺ کا) حلیہ بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ جیسا پہلے دیکھا نہ بعد میں۔" (ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابنِ جوزی۔ ابن سعد۔ ابن ہشام)

حُسنِ مصطفی ﷺ کا دلنشیں تذکرہ ایک اور مقام پر ایک بدوی صحابیہ حضرت امِ معبد رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے ایک ایسے مقام پر قیام فرمایا جہاں ایک پختہ عمر عورت کا خیمہ تھا۔ وہ اکثر مسافروں کی میزبانی کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتی تھیں۔ جس روز حضور ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا' ان کا شوہر ریوڑ چرانے کے لیے باہر گیا ہوا تھا' گھر میں صرف ایک لاغر بکری تھی جو ریوڑ کے ساتھ جانے سے قاصر تھی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس بکری کا دودھ دوہنا شروع کیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں کے لمس سے معجزتاً اُس بکری کے خشک تھنوں میں اتنا دودھ بھر آیا کہ وہاں موجود تمام لوگ سیر ہو گئے مگر دودھ تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اُم معبدؓ کا شوہر بکریاں چرانے کے بعد واپس آیا تو گھر میں دودھ سے لبالب برتن دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس

موقع پر اُمِ معبدؓ نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے حُسن و جمال کا جو تذکرہ فرمایا ہے، وہ بیان میں اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کا حُسن نمایاں اور چہرہ نہایت ہشاش بشاش (اور خوبصورت) تھا اور اخلاق نہایت اچھے تھے۔ نہ رنگ کی زیادہ سفیدی اُنہیں معیوب بنا رہی تھی اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اُن میں نقص پیدا کر رہا تھا۔ بہت خوبرو اور حسین تھے۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔ اُن کی آواز گونج دار تھی۔ سیاہ چشم و سرگیں، دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے تھے۔ بالوں کی سیاہی خوب تیز تھی۔ گردن چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی۔ جب وہ خاموش ہوتے تو پُروقار ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو چہرۂ اقدس پُرنور اور بارونق ہوتا۔ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی، جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔ گفتگو واضح ہوتی، نہ بے فائدہ ہوتی نہ بے ہودہ۔ دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے زیادہ خوبرو، حسین دکھائی دیتے۔ قد درمیانہ تھا، نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو بُرا لگے اور نہ اتنا پست کہ آنکھیں معیوب جانیں۔ آپ ﷺ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے جو خوب سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے ساتھی ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، جب آپ ﷺ کچھ فرماتے تو وہ ہمہ تن گوش ہو کر غور سے سنتے اور اگر آپ ﷺ حکم دیتے تو وہ فوراً اسے بجا لاتے۔ سب آپ ﷺ کے خادم تھے اور آپ ﷺ نہ ترش رو تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی جاتی۔'' (ابن سعد۔ حاکم المستدرک۔ طبرانی۔ سیوطی۔ شیبانی۔ ابن حنان۔ ابن جوزی)

نبی ﷺ کے بے مثال حُسن و جمال کا ذکرِ جمیل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

❖ ''میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں کوئی آپ ﷺ سے حسین تر تھا، میں حضور رحمت عالم ﷺ کے مقدس چہرہ کو اُن کے جلال و جمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ اگر کوئی مجھے آپ ﷺ کے محامد و محاسن بیان کرنے کے لیے کہتا تو میں کیونکر ایسا کر سکتا تھا کیونکہ (حضور رحمت عالم ﷺ کے حُسن جہاں آرا کی چمک دمک کی وجہ سے) آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔'' (مسلم۔ ابن سعد۔ الشفاء)

اب یہ حقیقت واضح ہو چکی تو آؤ اُس حُسنِ سراپا کی بات کریں جس سے مردہ قلوب کو حیات، پژمردہ روحوں کو تازگی و شگفتگی اور بے سکون قلوب کو سکون کی نعمت میسر آتی ہے۔

چہرۂ انور

❖ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند کے حلقہ اور دائرہ کی مانند تھا۔ (ابنِ جوزی۔ الوفا)

❖ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم ﷺ عظیم اور بزرگ تھے۔ خداداد رعب اور جلال کے مالک۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ایسے چمکتا تھا جیسے کہ چودھویں رات کا چاند۔ (الوفا۔ ابن جوزی)

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم ﷺ کے چہرۂ انور میں تدویر اور گولائی تھی (چودھویں کے چاند کی طرح)۔ (الوفا)

❖ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ایک رات (چودھویں کا) چاند اپنے پورے جوبن پر تھا حضور اکرم ﷺ نے سرخ دھاری دار لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ اس رات کبھی میں حضورِ اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالتا اور کبھی چاند پر۔ پس میرے نزدیک محبوبِ خدا ﷺ چاند سے زیادہ حسین لگ رہے تھے''۔ (الوفا۔ ترمذی۔ بیہقی)

❖ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''میں نے کسی شخص کو جو سرخ دھاریدار کرتہ زیب تن کیے ہوئے ہو اور تازہ کنگھی کیے ہوئے ہو، نبی اکرم ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا''۔ (مسلم۔ بخاری)

❖ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے دریافت فرمایا ''کیا حضور ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی مانند تھا؟'' انہوں نے جواب دیا ''نہیں بلکہ چاند کی طرح (روشن اور چمکدار) تھا۔'' یہی سوال حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ''نہیں بلکہ حضور ﷺ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح (روشن) تھا اور گولائی لیے ہوئے تھا۔ (مسلم۔ مسند احمد۔ بیہقی۔ طبرانی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''جس نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ثنا کی اس نے چہرۂ انور کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے تھے''۔ (قسطلانی۔ بیہقی)

❖ حضورِ اکرم ﷺ کے چہرۂ اقدس کو چاند سے تشبیہ دینے کے حوالے سے ابن دحیہؒ فرماتے ہیں ''چونکہ چاند اپنے دیکھنے والے کو مانوس کرتا ہے، چاند سے روشنی کا حصول گرمی کے بغیر ہوتا ہے اور اس پر نظر جمانا بھی ممکن ہوتا ہے بخلاف سورج کے، کہ اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور کسی چیز کو دیکھنے سے عاجز آجاتی ہیں''۔ (بخاری۔ المواہب اللدنیہ)

❖ تفسیر نعیمی میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا احمد یار نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک اسمِ ذات ہے''۔ اس بات کو ''مدارج النبوۃ'' میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے ''حضور اکرم ﷺ کا چہرۂ انور ربِّ ذوالجلال کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلّیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں''۔

❖ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ کلید التوحید کلاں میں فرماتے ہیں ''حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے تمام مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور حضوری غرق فنافی اللہ بھی نصیب ہو جاتی ہے''۔

❖ نور الہدیٰ کلاں میں سلطان العارفین حضرت سخی

سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس کو چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے وہ عالم و عارف و صاحبِ قربِ اللہ ہو جاتا ہے''۔

سَرِ اقدس

❖ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''رسول اکرم ﷺ کا سر اقدس موزونیت کے ساتھ بڑا تھا''۔ (ترمذی۔ مسند احمد۔ بخاری۔ طبرانی۔ بیہقی)

❖ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں ''حضور اکرم ﷺ کا سرمبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ (ترمذی۔ سیوطی۔ بیہقی۔ ابن حبان۔ مسند احمد)

سر کا غیر معمولی چھوٹا یا بڑا ہونا انسانی شخصیت کے ظاہری حُسن کو عیب دار بناتا ہے جبکہ اعتدال اور موزونیت کے ساتھ سر کا بڑا ہونا وقار و رعنائی، عقل و دانش، فہم و بصیرت کی علامت، دماغی قویٰ کے کامل ہونے کے علاوہ قابلِ ستائش ہوتا ہے اور معرفت اور کمالات کے لیے معین و مددگار بھی ہوتا ہے۔

موئے مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے سرِ انور پر مبارک بال نہایت حسین اور جاذبِ نظر تھے جیسے ریشم کے سیاہ لچھے، نہ بالکل سیدھے اور نہ پوری طرح گھنگھریالے بلکہ نیم خمدار جیسے ہلالِ عید اور ان میں بھی اعتدال' توازن اور تناسب کا حسین امتزاج تھا۔

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ''حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک نہایت حسین و جمیل تھے''۔ (بیہقی۔ ترمذی۔ ابن عساکر)

❖ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں ''حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک درمیانے گھنگریالے تھے جب ان میں کنگھی کی جاتی تو الگ الگ ہو جاتے اور کنڈل سیدھے ہو جاتے اور کندھوں تک یا ان کے قریب جا پہنچتے اور اگر کنگھی نہ کی جاتی تو اکٹھے ہو جاتے اور حلقہ دار۔ پھر کانوں سے نیچے نہیں جاتے تھے''۔ (الوفا۔ ابن جوزی)

❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''رسول اکرم ﷺ کی زلفیں نہ تو مکمل طور پر خمدار تھیں اور نہ بالکل سیدھی اکڑی ہوئی بلکہ درمیانہ نوعیت کی تھیں''۔ (بخاری۔ مسلم۔ بیہقی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کے بال جمہ اور فرہ کے درمیان تھے یعنی کانوں اور کندھوں کے درمیان''۔

موئے مبارک کے بارے میں روایت کے مختلف ہونے کی وجوہات ذیل میں درج کی جارہی ہیں اور پھر جس کو محبوب کی جو بھی ادا پسند آ گئی وہ ہی اُسے بھا گئی، وہی ادا اُسے تمام اداؤں سے زیادہ محبوب لگی اور اس نے اُسے ہی بیان کر دیا۔

جب آپ ﷺ کی معنبر زلفیں قدرے بڑھ جاتیں اور کانوں کی لوؤں سے تجاوز کرنے لگتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو 'ذی وفرۃ (لٹکتی ہوئی زلفوں والا)'' کہنے لگتے۔ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا حسین تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کی زلفِ مشکبار کا تذکرہ یوں کیا:

○ کان نبی اللہ ﷺ ذو وفرۃ۔ (ابن عساکر)

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ لٹکتی ہوئی زلفوں والے تھے۔

اگر شبانہ روز مصروفیات کے باعث بال مبارک نہ ترشوانے کی وجہ سے آپ ﷺ کی زلفیں بڑھ کر مبارک شانوں کو چھونے لگتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرطِ محبت سے آپ ﷺ کو 'ذی جمۃ (کاندھوں سے چھوتی ہوئی زلفوں والا)'' کہہ کر پکارتے۔

❖ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ مربوعاً بعید ما بین المنکبین' وکانت جمتہ تضرب شحمۃ أذنیہ۔ (ترمذی۔ عسقلانی)

ترجمہ: ''حضور ﷺ میانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ ﷺ کی زلفیں آپ ﷺ کے مبارک کانوں کی لو کو چھوتی تھیں''۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے:

ان رسول اللہ ﷺ کان یضرب شعرہ منکبیہ۔ (مسلم۔ بخاری۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ بیہقی۔ ترمذی)

ترجمہ: '' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلفیں کندھوں کو چوم رہی ہوتی تھیں''۔

❖ آپ ﷺ کے آرائش گیسو کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''حضور اکرم ﷺ بال مبارک بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے جیسے کہ اہلِ کتاب کرتے ہیں۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے مانگ نکالی جس طرح اہلِ عرب مانگ نکالا کرتے تھے''۔ (ابن جوزی۔ ابن حبان۔ خطیب بغدادی)

❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے'' سرورِ عالم ﷺ نے کچھ عرصہ بغیر مانگ نکالے بال پیچھے کی طرف سنوارے اور اس کے بعد مانگ نکالی''۔ (الوفا)

❖ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے'' حضورِ اکرم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم کر کے گندھے ہوئے تھے'' انہی سے روایت ہے'' جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کی چار مینڈھیاں دیکھیں''۔ (الوفا۔ ابن جوزی)

جبینِ پُرنُور

تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی کشادہ اور فراخ تھی اور ہر لحہ اس سے نورِ ربانی کی کرنیں چمکتیں۔

❖ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں ''حضور اکرم ﷺ کی

پیشانی کشادہ تھی''۔(الوفا۔ ترمذی۔ طبرانی۔ بیہقی۔ سیوطی)

❖ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب حضور اکرم ﷺ کا ذکر فرماتے تو کہتے ''حضور اکرم ﷺ کی جبین اقدس کشادہ تھی۔''(الوفا)

❖ حافظ ابنِ ابی خثیمہؒ بیان کرتے ہیں: ''حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی روشن تھی۔ جب موئے مبارک سے پیشانی ظاہر ہوتی' یا دن کے وقت ظاہر ہوتی' یا رات کے وقت دکھائی دیتی یا آپ ﷺ لوگوں کے سامنے تشریف لاتے تو اُس وقت جبینِ انور یوں نظر آتی جیسے روشن چراغ ہو جو چمک رہا ہو۔ یہ حسین اور دلکش منظر دیکھ کر لوگ بے ساختہ پکار اُٹھتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔''(ابنِ عساکر)

❖ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں اور آقائے دو جہاں ﷺ اپنے پاپوش مبارک کو پیوند لگا رہے تھے۔ اس حسین منظر کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''پس آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پر پسینہ آیا' اُس پسینہ کے قطروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں' میں اُس حسین منظر کو دیکھ مبہوت ہوگئی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا:'' عائشہ! تجھے کیا ہوگیا؟'' میں نے عرض کیا کہ'' آپ ﷺ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے ہیں جن سے نور پھوٹ رہا ہے۔ اگر ابوکبیر ہذلی آپ ﷺ کی اس کیفیت کا مشاہدہ کر لیتا تو وہ جان لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ﷺ ہی ہیں''۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سنی تو ازراہِ استفسار فرمایا کہ ابوکبیر ہذلی نے کون سا شعر کہا ہے؟ اس پر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھا:

فــاذا نـظــرتُ الــی اســرۃ وجهــه
بــرقــت كبـرق الـعــارض الـمتهـلـل

ترجمہ: جب میں نے اُس کے رخِ روشن کو دیکھا تو اُس کے رخساروں کی روشنی یوں چمکی جیسے برستے بادل میں بجلی کوند جائے۔(ابن عساکر۔ السیرۃ النبویہ)

شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی روشن پیشانی کا لفظی مرقع اپنے ایک شعر میں یوں پیش کیا ہے:

متی یبد فی الدجی البهیم جبینه
یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

ترجمہ: رات کی تاریکی میں حضور ﷺ کی جبینِ اقدس اس طرح چمکتی دکھائی دیتی ہے جیسے سیاہ اندھیرے میں روشن چراغ۔

ابرو مبارک

حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے ابرو مبارک گھرے سیاہ' گنجان اور کمان کی طرح خمیدہ و باریک تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ چھپی رہتی لیکن جب کبھی آپ ﷺ غصہ اور جلال کی کیفیت میں ہوتے تو وہ رگ اُبھر کر نمایاں ہو جاتی جسے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جان لیتے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہیں۔

❖ حضرت امام حسنؓ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں''رسول اکرم کے ابرو مبارک (کمان کی طرح) خمدار' باریک اور گنجان تھے۔ ابرو مبارک جدا جدا تھے اور دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو حالت غصہ میں ابھر آتی۔''(ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابن جوزی)

حضور ﷺ کے دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ بہت کم تھا' اس کا اندازہ روئے منور کو بغور دیکھنے سے ہی ہوتا تھا ورنہ عام حالت میں یوں لگتا تھا کہ اُن کے درمیان سرے سے کوئی فاصلہ ہی نہیں۔ جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

✿ ''رسول اکرم کے ابرو مقدس آپس میں متصل تھے''۔(ابن عساکر' حاکم' ابن سعد)

بادیٔ النظر میں مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ پہلی روایت ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے نہ تھے جبکہ دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے تھے۔ آئمہ نے ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق یوں کی ہے: ''دونوں ابروؤں کے درمیان اتنا کم فاصلہ تھا جو صرف بغور دیکھنے سے محسوس ہوتا تھا۔''(السیرۃ الحلبیہ)

چشمانِ مبارک

آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں پُرکشش جاذبِ نظر اور حُسن و زیبائی کا بے مثال مرقع تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی مبارک آنکھیں خوب سیاہ' کشادہ' خوبصورت اور پُرکشش تھیں۔

❖ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اکرم ﷺ کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔''(بیہقی۔ ابن سعد)

حضور نبی اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں گہری سیاہ' دراز اور گھنی تھیں۔

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''آپ ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں نہایت دراز تھیں''۔ (طبقات ابن سعد)

❖ قافلۂ ہجرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کے پڑاؤ پر پہنچا تو وہ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر تصویرِ حیرت بن گئیں' حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کی منظر کشی کرتے ہوئے وہ فرماتی ہیں: ''حضور ﷺ کی پلکیں دراز ہیں۔ آپ ﷺ کی آنکھوں کے اندر پتلی مبارک نہایت سیاہ تھی' اُن میں کسی اور رنگ کی جھلک نہ تھی''۔

❖ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''رسول اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پُتلی نہایت ہی سیاہ تھی۔ پُتلی کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا مگر اُس میں سرخی ہم آمیز یعنی گھلی ہوئی نظر آتی تھی' یوں لگتا تھا کہ اس میں ہلکا سا سرخ رنگ کسی نے گھول کر ملا دیا ہے

اور دیکھنے والے کو وہ سرخ ڈورے دکھائی دیتے تھے''۔ (سیوطی۔ابن کثیر)

❖ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدسہ کے سفید حصے میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے۔'' (ترمذی۔مسلم)

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگمیں تھیں اور جو اِن چشمانِ مقدسہ کو دیکھتا وہ یہ سمجھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ابھی سرمے کی سلائی ڈال کر آئے ہیں۔

❖ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''میں جب بھی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدسہ کا نظارہ کرتا تو اُن میں سرمہ لگا ہونے کا گمان ہوتا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا۔'' (ترمذی۔مسنداحمد)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت آنکھیں بڑی حیا دار تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی طرف آنکھ بھر کر تکتے ہوئے نہ دیکھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں غایت درجہ شرم و حیا کی وجہ سے زمین کی طرف جھکی رہتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھنے کی عادت تھی' جب کبھی کسی طرف دیکھتے تو آنکھ تھوڑی اوپر اٹھاتے اور اسی سے دیکھ لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ادائے محبوبانہ کا ذکر روایات میں یوں مذکور ہے ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پاک اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔'' (ترمذی۔سیوطی)

گوشۂ چشم سے دیکھنے کو اہلِ طریقت خوب سمجھتے ہیں جبکہ جھکی ہوئی نظریں غایت درجہ شرم و حیا پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون عفت مآب اور حیادار ہوسکتا ہے۔

ناک مبارک

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بینی مبارک زیادہ بلند نہ تھی لیکن دیکھنے والوں کو اعتدال اور تناسب کے ساتھ قدرے اُونچی دکھائی دیتی تھی اس لیے کہا جاتا ہے کہ مائل بہ بلندی تھی۔ وہ درمیان میں قدرے بلند اور باریک تھی' موٹی اور بھدی نہ تھی' طوالت میں اعتدال پسندی کی مثال تھی' موزونیت اور تناسب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی صناع ازل کا شاہکار دکھائی دیتی تھی۔

❖ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک حُسن اور تناسب کے ساتھ باریک تھی۔'' (سیوطی)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی چمک دمک اور آب و تاب سے نوازا تھا کہ اُس سے ہر وقت نور پھوٹتا تھا۔ اُسی چمک کا نتیجہ تھا کہ ناک مبارک بلند دکھائی دیتی تھی لیکن جو شخص غور سے دیکھتا تو وہ کہتا کہ مائل بہ بلندی ہے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی رہتی تھیں' جو شخص بینی مبارک کو غور سے نہ دیکھتا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند بینی والا خیال کرتا (حالانکہ ایسا نہیں تھا)۔'' (ترمذی۔بیہقی۔سیوطی۔ابن کثیر)

رخسار مبارک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک رخسار نہ زیادہ اُبھرے ہوئے تھے اور نہ اندر کی طرف دھنسے ہوئے' بلکہ اعتدال و توازن کا دلکش نمونہ تھے۔ سرخی مائل سفید رخسار مبارک دیکھنے میں ہموار نظر آتے تھے مگر غیر موزوں ارتفاع کا کہیں نشان تک نہ تھا۔

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک ہموار تھے۔'' (ترمذی۔سیوطی۔بیہقی۔طبری)

❖ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک نہایت ہی چمکدار تھے۔''

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک نہایت سفید رنگ کے تھے۔''

لب اقدس

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سرخی مائل تھے' لطافت و نزاکت اور رعنائی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس لب کی لطافت و شگفتگی کے حوالے سے روایت ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس لب اللہ کے تمام بندوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے اور بوقتِ سکوت نہایت ہی شگفتہ ولطیف محسوس ہوتے۔''

دہن مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک فراخ' موزوں اور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔

❖ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک فراخ (مگر انتہائی مناسب انداز میں) تھا۔'' (ترمذی۔مسنداحمد)

دندانِ اقدس

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک باریک اور چمکدار تھے' سامنے کے دندان مبارک کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ تبسم فرماتے تو یوں لگتا کہ دندان مبارک سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تو دانتوں کی باریک ریخوں سے اس طرح نور کی شعاعیں نکلتیں کہ در و دیوار چمک اُٹھتے۔

❖ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دانتوں کے درمیان موزوں کشادگی اور فاصلہ تھا''۔ (بیہقی)

''جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تو دندان مبارک بجلی اور بارش کے اولوں کی طرح چمکتے' جب گفتگو فرماتے

تو ایسے دکھائی دیتا جیسے دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔ (بیہقی)

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے دندان مبارک کی خوبصورتی اور چمک کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے: ''حضور ﷺ کے دانت تبسم کی حالت میں اولوں کے دانوں کی طرح محسوس ہوتے تھے۔'' (ابن جوزی۔ابن کثیر)

❖ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''حضور نبی اکرم ﷺ کے دانت مبارک بہت چمکدار تھے''۔ (نبہانی)

حضور نبی اکرم ﷺ کے دندان مبارک کا مسوڑھوں میں جڑاؤ اور جماؤ نہایت حسین تھا' جیسے انگوٹھی میں کوئی ہیرا ایک خاص تناسب کے ساتھ جڑ دیا گیا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اکرم ﷺ کے تمام دانت مبارک نہایت خوبصورت تھے''۔ (بخاری۔ سیوطی)

آواز مبارک

حضور رحمت عالم ﷺ کی آواز مبارک انتہائی دل آویز اور حلاوت کی چاشنی لیے ہوئے حُسن صوت کا کامل نمونہ تھی۔ لہجہ انتہائی دلکش' باوقار اور بارعب تھا۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر یوں گفتگو فرماتے کہ بات دل میں اتر جاتی اور مخاطب دوبارہ سننے کی خواہش کرتا۔

آپ ﷺ کی آواز کے بارے میں اُم معبد رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے:

''آپ ﷺ کی آواز میں دبدبہ تھا۔''

حضور ﷺ کی آواز نغمگی اور حُسن صوت سے کمال درجہ مزین تھی۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''حضور ﷺ کا لب و لہجہ نہایت حسین تھا'' (زرقانی۔ شرح المواہب)

مبداءِ فیض نے حضور سید المرسلین ﷺ کو اس منفرد وصف جمیل سے نواز رکھا تھا کہ آپ ﷺ کی آواز دور دور تک پہنچ جاتی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور رحمت عالم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا تو پردہ نشین خواتین کو بھی آپ ﷺ نے پردوں کے اندر (یہ خطبہ) سنایا۔'' (طبرانی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ''حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے بیٹھنے کو کہا اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ محلہ بنی غنم میں تھے انہوں نے آپ ﷺ کی آواز مبارک سنی اور وہیں بیٹھ گئے''۔ (سیوطی)

خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی' اس اجتماع عظیم سے آپ ﷺ نے خطاب فرمایا تو اجتماع میں شریک ہر شخص نے خطبہ سنا۔

❖ حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تمیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم اپنی اپنی جگہ پر حضور ﷺ کا خطبہ سن رہے تھے جس میں حضور ﷺ لوگوں کو مناسکِ حج کی تعلیم دے رہے تھے۔'' (ابوداؤد۔ نسائی۔ بیہقی)

ریش مبارک

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی ریش مبارک گھنی اور گنجان ہوتے ہوئے بھی باریک اور خوبصورت تھی' ایسی بھری ہوئی نہ تھی کہ پورے چہرے کو ڈھانپ لے اور نیچے گردن تک چلی جائے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا' سرخ و سفید چہرے کی خوبصورتی میں ریش مبارک مزید اضافہ کرتی۔ عمر مبارک کے آخری حصہ میں کل سترہ یا بیس سفید بال ریش مبارک میں آ گئے تھے لیکن یہ سفید بال عموماً سیاہ بالوں کے ہالے میں چھپے رہتے تھے۔ آپ ﷺ ریش مبارک کے بالوں کو طول و عرض سے برابر کٹوا دیا کرتے تھے تاکہ بالوں کی بے ترتیبی سے شخصی وقار اور مردانہ وجاہت پر حرف نہ آئے۔

❖ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''حضور ﷺ اعتدال کے ساتھ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے''۔ (مسند احمد۔ بیہقی۔ حاکم المستدرک۔ طبری)

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ کی ریش مبارک سیاہ رنگ کی تھی۔'' (بیہقی۔ ابن سعد۔ سیوطی)

❖ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا جنہیں سفر ہجرت میں والیٔ کونین ﷺ کی میزبانی کا شرف لازوال حاصل ہوا' اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں: ''رسول اکرم ﷺ کی ریش اقدس گھنی تھی۔'' (ابن جوزی۔ ابن عساکر۔ سیوطی)

❖ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔'' (نسائی۔ ترمذی۔ مسند احمد)

❖ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی تعریف میں یوں گویا ہوئے ''(حضور نبی اکرم ﷺ کی) ریش مبارک سیاہ' بال مبارک خوبصورت' (اور ریش مبارک) دونوں طرف سے برابر تھی''۔ (ابن عساکر' ہیثمی)

عمر مبارک میں اضافے کے ساتھ ریش مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی آ گئی تھی۔ حضرت وہب بن ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

❖ ''میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے لب اقدس کے نیچے (ریش مبارک کے) کچھ بال سفید تھے''۔ (بخاری۔ مسند احمد)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا ﷺ کی ہر ادا پر قربان ہو جاتے تھے' حیات مقدسہ کی ایک ایک ادا اور حُسن و جمال کے ایک ایک حصہ کا ریکارڈ رکھا جا رہا تھا۔

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''حضور ﷺ کی ریش مبارک اور سر مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی''۔ (بخاری۔ ترمذی۔ مسند احمد۔ موطا امام مالک)

حضور نبی اکرم ﷺ کی ریش مبارک میں لب اقدس کے نیچے اور گوش مبارک کے ساتھ کنپٹی کے چند بال

سفید تھے جنہیں خضاب لگانے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے خضاب وغیرہ استعمال نہیں کیا۔ اس حوالہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ نے کبھی خضاب نہیں لگایا' کیونکہ آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے' کنپٹیوں اور سر مبارک میں چند بال سفید تھے۔'' (مسلم ۔بیہقی)

ریش اقدس طویل تھی نہ چھوٹی' بلکہ اعتدال' توازن اور تناسب کا انتہائی دلکش نمونہ اور موزونیت لیے ہوئے تھی۔ روایت ہے کہ

❖ ''حضور ﷺ ریش مبارک کے طول و عرض کو برابر طور پر تراشا کرتے تھے۔'' (ترمذی۔سیوطی۔عسقلانی۔زرقانی)

کان مبارک

حضور اکرم ﷺ کے کان مبارک خوبصورتی اور دلکشی میں بے مثال اور اعتدال اور توازن کا امتزاج تھے۔

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آپ ﷺ کی سیاہ زلفوں کے درمیان دو سفید کان یوں لگتا جیسے تاریکی میں دو چمکدار ستارے چمک رہے ہوں۔'' (ابن عساکر۔ابن کثیر)

گردنِ اقدس

حضور ﷺ کی گردن دست قدرت کا تراشا ہوا حسین شاہکار تھی' چاندی کی طرح صاف وشفاف' پتلی اور قدرے لمبی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک گردن اس طرح تھی جیسے کوئی صورت یا مورتی چاندی سے تراشی گئی ہو۔

❖ ''حضور ﷺ کی گردن مبارک کسی مورتی کی طرح تراشی ہوئی اور چاندی کی طرح صاف تھی۔'' (مسند احمد۔طبرانی)

❖ حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: ''رسول اکرم ﷺ کی گردنِ اقدس قدرے لمبی تھی۔''

❖ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ''اور اللہ کے بندوں میں سے آپ ﷺ کی گردن سب سے بڑھ کر حسین و جمیل تھی' نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ چھوٹی۔'' (بیہقی)

رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک سونے اور چاندی کے رنگوں کا حسین امتزاج معلوم ہوتی تھی۔ گردنِ اقدس کو چاندی کی صراحی سے بھی تشبیہ دی گئی۔

❖ حضرت حافظ ابوبکر بن ابی خثیمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کی گردن مبارک تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت تھی دھوپ یا ہوا میں گردن کا نظر آنے والا حصہ چاندی کی صراحی کے مانند تھا' جس میں سونے کا رنگ اس طرح بھرا گیا ہو کہ چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی کی جھلک نظر آتی ہو۔ اور گردن کا جو حصہ کپڑوں میں چھپ جاتا وہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوتا۔'' (بیہقی۔ابن کثیر۔سیوطی)

دوش مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک کندھے مضبوط اور قدرے فربہی لیے ہوئے تھے' بالکل پتلے شانے نہ تھے بلکہ خاص گولائی میں تھے۔ دونوں شانوں کی ہڈیوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا' جس نے سینۂ اقدس کو فراخ اور دراز کر دیا تھا۔

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے مضبوط کندھوں کے بارے میں فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کے کندھوں کے جوڑ توانا اور بڑے تھے۔'' (نسائی۔سیوطی۔ابن کثیر)

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''بعض اوقات کوئی دیہاتی آ کر حضور ﷺ کی قمیص کھینچ لیتا تو دوشِ اقدس سفیدی اور چمک کے باعث یوں نظر آتے جیسے ہم چاند کا ٹکڑا ملاحظہ کر رہے ہوں۔''

کتب سیر و احادیث میں جلیل القدر صحابہ کرام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ہند بن ابی ہالہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے مبارک کندھوں کے فاصلے کے حوالے سے یہ روایت ملتی ہے:

''حضور نبی اکرم ﷺ میانہ قد کے تھے' دونوں کاندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔''

❖ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ حضور ﷺ کی اس صفتِ عالیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''آپ ﷺ جب (کسی مجلس میں) تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کے کندھے تمام اہل مجلس سے بلند نظر آتے۔''

بازوئے مقدس

حضور ﷺ کے بازوئے مقدس خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے' طوالت کے اعتبار سے اعتدال کا خوبصورت اور دلکش نمونہ تھے' کلائیوں پر بال مبارک تھے' بازو اور کلائیاں سفید اور چمکدار تھیں۔

❖ اس حوالے سے امام بیہقی بیان کرتے ہیں: 'حضور ﷺ کی ہتھیلیاں سفید اور چمکدار اور کلائیاں لمبی تھیں۔''

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور ﷺ کی مبارک کلائیوں پر بال موجود تھے''۔ (ترمذی۔ابن جوزی۔ابن کثیر)

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور ﷺ کے بازو (اعتدال کے ساتھ) بڑے تھے۔''

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''حضور ﷺ کے بازو مبارک اور پنڈلیاں موزوں ساخت کی تھیں۔'' (طبرانی۔بیہقی)

دستِ اقدس

نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس نہایت نرم و گداز تھے۔

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے فرماتے ہیں: ''میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا' پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ تھام لیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس ریشم سے زیادہ نرم وگداز اور برف سے زیادہ ٹھنڈے تھے۔'' (طبرانی)

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''میں نے کسی ایسے ریشم یا دیباج کو نہیں چھوا جو نرمی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ مبارک سے بڑھ کر ہو۔'' (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ مسند احمد)

انگشتانِ مبارک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ مبارک کی انگلیاں خوبصورت' سیدھی اور دراز تھیں۔

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگشتان مبارک لمبی اور خوبصورت تھیں''۔ (طبرانی۔ بیہقی۔ سیوطی)

❖ ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوبصورت انگلیوں کو چاندی کی ڈلیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگلیاں مبارک چاندی کی ڈلیوں کی طرح تھیں۔'' (بیہقی۔ سیوطی۔ ابن الجوزی)

ہتھیلیاں مبارک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقدس اور نورانی ہتھیلیاں کشادہ اور پُر گوشت تھیں۔ اس بارے میں متعدد روایات ہیں:

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتھیلیاں فراخ تھیں''۔ (طبرانی۔ بیہقی۔ سیوطی۔ ابن جوزی)

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں''۔ (بخاری)

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک ہتھیلیوں میں نرماہٹ' خنکی اور ٹھنڈک کا احساس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک منفرد وصف تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک ہتھیلیوں سے بڑھ کر کوئی شے نرم اور ملائم نہ تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی سے مصافحہ فرماتے یا سر پر دست شفقت پھیرتے تو اُس سے ٹھنڈک اور سکون کا یوں احساس ہوتا جیسے برف جسم کو مس کر رہی ہو۔

❖ حضرت عبداللہ بن ہلال انصاری رضی اللہ عنہ کو جب اُن کے والد گرامی دعا کے لیے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لے کر گئے تو اُس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی اور اُن کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ وہ اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں: ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ شفقت کی ٹھنڈک اور حلاوت کو میں کبھی نہیں بھولا' جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا۔'' (ہیثمی۔ مجمع الزوائد)

بغل مبارک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک بغلیں سفید' صاف وشفاف اور نہایت خوشبودار تھیں۔

❖ ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے وضو کا پانی پیش کیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خوش ہو کر انہیں دعا دی اور اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند فرمایا۔ وہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔'' (بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ زرقانی)

سینۂ اقدس

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینۂ اقدس فراخ' کشادہ اور ہموار تھا۔ جسمِ اطہر کے دوسرے حصوں کی طرح حُسنِ تناسب اور اعتدال وتوازن کا نادر نمونہ تھا۔

سینۂ انور سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک خوشنما لکیر تھی' اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینۂ اقدس بالوں سے خالی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینۂ انور قدرے ابھرا ہوا تھا۔

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سینۂ اقدس کے فراخ اور کشادہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینۂ انور فراخی (کشادگی) کا حامل تھا۔'' (ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی)

❖ اس حوالے سے امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ کی روایت ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینۂ اقدس فراخ اور کشادہ' آئینہ کی طرح سخت اور ہموار تھا' کوئی ایک حصہ بھی دوسرے سے بڑھا ہوا نہ تھا اور سفیدی اور آب و تاب میں چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔''

❖ ایک دوسری روایت میں آتا ہے: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقدس سینے میں وسعت پائی جاتی تھی۔'' (ابن عساکر)

بطنِ اقدس

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیٹ مبارک سینۂ انور کے برابر تھا' ریشم کی طرح نرم اور ملائم' چاندی کی طرح سفید' چودھویں کے چاند کی طرح حسین اور چمکدار۔

❖ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں دورانِ ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی میزبانی کا شرفِ لازوال حاصل ہوا' فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شکم مبارک نہ تو بہت بڑھا ہوا تھا اور نہ بالکل ہی پتلا۔ اُن سے مروی روایت کے الفاظ ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیٹ کے بڑا ہونے کے (جسمانی) عیب سے پاک تھے۔''

❖ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شکم مبارک اور سینۂ انور برابر تھے۔'' (ترمذی۔ بیہقی۔ سیوطی)

❖ حضرت اُمِ ہلال رضی اللہ عنہا تاجدار کائنات حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شکم اطہر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بطنِ اقدس کو ہمیشہ اسی حالت میں دیکھا کہ وہ یوں محسوس ہوتا جیسے کاغذ تہہ در تہہ

رکھے ہوں۔" (طبرانی۔طبری' خطیب بغدادی)

حضور ﷺ کے شکمِ اقدس پر بال نہ تھے' ہاں بالوں کی ایک لکیر سینۂ انور سے شروع ہوکر ناف پر ختم ہوجاتی تھی اُس لکیر کے علاوہ سینۂ انور اور بطنِ اقدس پر بال نہ تھے۔ (طبری)

ناف مبارک

آپ ﷺ اس عالمِ رنگ و بو میں تشریف لائے تو آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ تھے۔

❖ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے الشفاء (42:1) میں ایک روایت نقل کی ہے: "بیشک حضور ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔"

❖ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب اس پر متعجب ہوئے اور فرمایا میرا یہ بیٹا یقیناً عظیم شان کا مالک ہوگا۔"

❖ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔" (ابنِ حبان' حاکم المستدرک)

پشت مبارک

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی پشت مبارک کشادہ اور خوبصورتی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھی' دونوں مقدس کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔

❖ حضرت محرش بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے آقائے نامدار ﷺ کو عمرہ کا احرام باندھتے ہوئے دیکھا تو "میں نے آپ ﷺ کی کمر مبارک کی جانب نظر اٹھائی تو اُسے چاندی کے ٹکڑے کی طرح پایا۔" (مسند احمد۔نسائی۔بیہقی۔طبرانی۔سیوطی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: "حضور ﷺ کی پشت مبارک کشادہ تھی۔" (بیہقی)

❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت بھی مذکور ہے: "رسول اللہ ﷺ کی ریڑھ کی ہڈی لمبی تھی۔" (بیہقی)

مہرِ نبوت

آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جو اس حکمِ ایزدی کی تصدیق کرتی تھی کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہیں' ان کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ یہ مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان ذرا بائیں جانب تھی۔

❖ حضرت عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں: "میں نے مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے قریب دیکھی۔" (مسلم)

❖ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمدؒ کہتے ہیں: "حضرت علی رضی اللہ عنہٗ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات گنواتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیین تھے۔" (ترمذی)

❖ مہرِ نبوت خوشبوؤں کا مرکز تھی' حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں: "پس میں نے مہرِ نبوت اپنے منہ کے قریب کی تو اُس کی دلنواز مہک مجھ پر غالب آرہی تھی۔"

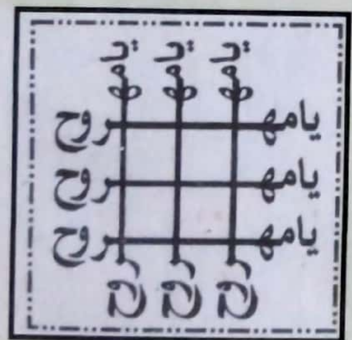
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی مہر نبوت کی ہیئت اور شکل و صورت کا ذکر مختلف تشبیہات سے کیا ہے کسی نے کبوتر کے انڈے سے' کسی نے گوشت کے ٹکڑے سے اور کسی نے بالوں کے گچھے سے مہر نبوت کو تشبیہہ دی ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تشبیہہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

❖ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں "رسول اللہ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی جو کبوتر کے انڈے کی مقدار سرخ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔" (ترمذی' مسند احمد' طبرانی)

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہٗ نے اس مہرِ نبوت کو بالوں کے گچھے جیسا کہا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی پشت مبارک پر مالش کرنے کی سعادت بخشی تو اُس موقع پر اُنہوں نے مہر اقدس کا مشاہدہ کیا۔ حضرت علباء (راوی) نے عمرو بن اخطبؓ سے اُس مہر نبوت کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا: "آپ ﷺ کے مبارک کندھوں کے درمیان چند بالوں کا مجموعہ تھا۔" (مسند احمد۔حاکم المستدرک)

❖ تابعی حضرت ابونضرہ عوفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے رسول اللہ ﷺ کی مہر یعنی مہر نبوت کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا: وہ (مہر نبوت) رسول اللہ ﷺ کی پشتِ اقدس پر ایک اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔" (بخاری۔ترمذی۔طبری)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نور الہدیٰ کلاں میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر یہ مہر نبوت ثبت تھی:-



قد مبارک

حضور ﷺ کا قد مبارک بھی حُسنِ تناسب کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ عالمِ تنہائی میں ہوتے تو دیکھنے والے کو محسوس ہوتا کہ سرورِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ میانہ قد کے مالک ہیں اور اگر لوگوں میں کھڑے ہوتے تو حضور

ﷺ سب سے بلند، نمایاں اور ممتاز دکھائی دیتے۔

❖ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا اپنے تاثرات یوں بیان کرتی ہیں:

''حضور ﷺ کا قد نہایت خوبصورت میانہ تھا' نہ ایسا طویل کہ دیکھنے والے کو پسند نہ آئے اور نہ ایسا پست کہ حقیر دکھائی دے۔ (قدِ انور) دو شاخوں کے درمیان تروتازہ (شگفتہ) شاخ کی مانند تھا اور آپ ﷺ دیکھنے میں تینوں (حضور ﷺ، یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو سفرِ ہجرت میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے) میں سب سے زیادہ بارونق اور قد کے اعتبار سے حسین دکھائی دے رہے تھے۔''

❖ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''آپ ﷺ ساتھ چلنے والے سے بلند قامت نظر آتے تھے۔'' (امام سیوطی)

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قد مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ قامتِ زیبائی اور چہرۂ اقدس کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔'' (ابنِ عساکر)

احادیث میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ ہجوم میں ہوتے تو سب سے نمایاں دکھائی دیتے' مجلس میں جلوہ فرما ہوتے تو بھی اہلِ محفل میں سر بلند نظر آتے۔

❖ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''جب حضور ﷺ (کسی مجلس میں) بیٹھتے تو حضور ﷺ کے شانے مبارک دوسرے بیٹھنے والوں سے بلند ہوتے۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ جمع الوسائل مزید لکھتے ہیں:

''حکمت اس میں یہ ہے کہ جس طرح باطنی محامد و محاسن میں حضور ﷺ سے کوئی بلند نہیں' اسی طرح ظاہری قد و قامت میں بھی کوئی آپ ﷺ سے نہیں بڑھ سکتا۔'' (جمع الوسائل)

❖ سب سے نمایاں اور سر بلند ہونے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ یہ بلندی اس لیے تھی کہ ہر ایک پر یہ بات آشکار ہو جائے کہ اللہ رب العزت کے ہاں ظاہری و باطنی احوال میں رسولِ کائنات ﷺ سے بڑھ کر کوئی افضل نہیں۔ (شرح الشفاء)

❖ امام خفاجی رحمتہ اللہ علیہ نسیم الریاض میں لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کا قدِ انور زیادہ طویل پیدا نہیں کیا گیا کیونکہ حد سے زیادہ طویل ہونا اعتدال کے منافی ہے اور قابلِ تعریف نہیں۔ ہاں اس کے باوجود اللہ ربّ العزت نے دیکھنے والی آنکھوں میں یہ بات پیدا کر دی تھی کہ حضور ﷺ بلند قامت نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت اس لیے عطا کی تھی کہ کوئی قد کے لحاظ سے بھی حضور ﷺ سے بلند دکھائی نہ دے اور آپ ﷺ کی تعظیم میں اضافہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ ضرورت نہ رہتی تو حضور ﷺ اس کمال پر دکھائی دیتے جس پر آپ ﷺ کی تخلیق ہوئی تھی۔''

❖ امام زرقانی رحمتہ اللہ علیہ شرح المواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ چاہتا تو حضور ﷺ کے قدِ انور کو طویل پیدا فرما دیتا' لیکن ربّ قادر نے حضور ﷺ کو میانہ قد ہی عطا فرمایا' البتہ یہ آپ ﷺ کا اعجاز تھا کہ دیکھنے والے محسوس کرتے کہ آپ ﷺ سب سے سر بلند ہیں اور کوئی آپ ﷺ کی نظیر نہیں۔''

حضور ﷺ صرف لوگوں کی نظروں میں بلند دکھائی دیتے لیکن حضور ﷺ کا جسم اطہر اس حال میں بھی اصل خلقت پر (میانہ) ہی رہتا۔ پس حضور ﷺ کی رفعتِ معنوی کو ہی اللہ رب العزت نے دیکھنے والے کی آنکھ میں رفعتِ حسی بنا دیا تھا اور ایسا اس لیے تھا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جس طرح معنوی اور باطنی لحاظ سے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی بلند نہیں اسی طرح ظاہر میں بھی آپ ﷺ سے کوئی بڑھ نہیں سکتا۔

تذکرہ حُسنِ مصطفی ﷺ کی تحریر اختتام پذیر ہوئی۔ تحریر سے حُسن و جمال کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حُسن و جمال دیکھنے سے ہی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ حُسن دید ہے تحریر نہیں۔ اسی لیے عاشق تحریر کے نہیں دید کے قائل ہیں اور عاشق آج بھی آپ ﷺ کے حُسن و جمال کے دیدار سے لذت پاتے ہیں اور آپ ﷺ کے حُسن و جمال کا دیدار ہی اُن کی روح کی غذا ہے۔ اس حقیقت کو اہلِ ہوا کیا جانیں اور کیا سمجھیں۔

(بشکریہ ''حقیقتِ محمدیہ ﷺ'' تصنیفِ لطیف خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری مدظلہ الاقدس)

نعت شریف ﷺ

آنکھ فرقت میں ہے خونبار مدینے والے
دِل میں ہی حسرتِ دیدار مدینے والے
سب سے اعلیٰ تیری سرکار مدینے والے
سب سے عالی تیرا دربار مدینے والے
سب جہانوں کے ہیں سردار دوعالم خاتمؐ
سب جہانوں کے ہیں غم خوار مدینے والے
آپؐ کی داد و دہش پہ ہے گزارا سب کا
آپؐ ہیں عزت ادوار مدینے والے
نوع انساں کو ملی آپؐ سے عزت صائمؔ
نوع انساں کے ہیں سردار مدینے والے

شاعر: صائم چشتی

نعت شریف ﷺ

جلوہ نہیں ہے نظم میں حسنِ قبول کا
دیواں میں شعر گر نہیں نعتِ رسول ﷺ کا
حق کی طلب ہے گر تو محمدؐ کا ہو مطیع
ہے یہ ہی اک وسیلہ خدا کے حصول کا
مقصود ہے علیؓ کا، ولی کا سبھی کا تو
ہے قصد سب کو تیری رضا کے حصول کا
پروائے حشر کیا ہے تجھے میرؔ شاد رہ
ہے عذر خواہ جرم جو وہ تجھ ملول کا

شاعر: میر تقی میر



خُلقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: عنبرین مغیث سروری قادری ایم۔اے (ابلاغیات)

جلوۂ نورِ خدا ذاتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آئینۂ جمالِ خدا ذاتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام تر صفاتِ الٰہیہ کا کامل ترین اظہار اور ہمہ تن اخلاقِ الٰہیہ کی تفسیر۔ ذاتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ مکمل ترین نمونہ ہیں ایک عام مسلمان سے لے کر خاص الخاص مومنین اور ولایت کے اعلیٰ ترین درجات تک رسائی حاصل کرنے والے اولیاء، غوث و قطب تک کے لیے۔ چاہے وہ ظاہری زندگی کا کوئی شعبہ ہو یا باطنی حیات کا کوئی مقام، ہر انسان کی ہر ظاہری و باطنی حالت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور آپ کے اسوہ مکمل رہنما اصول مہیا کرتے ہیں۔ انسان کے ظاہری و باطنی حالات محدود ہیں کیونکہ انسان زمان اور مکان میں مقید ہے جبکہ صفات و اخلاقِ الٰہیہ لامحدود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ ان تمام صفات و اخلاقِ الٰہیہ کے کامل مظہر ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و صفات بھی لامحدود و بے حساب ہیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر زمانے کے ہر انسان کی ہر حالت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں اسوۂ کامل کا ایک نمونہ اور مثال موجود ہے جس کی پیروی کر کے وہ انسان اس حالت سے بخوبی گزر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''ہم نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا'' یعنی اللہ نے جب انسان کو تخلیق کیا تو اسے اپنے اوصاف سے متصف فرمایا، اسے اپنی ذات سے رحم کرنے، عفو کرنے، رزق پہنچانے، قہر و جبر ڈھانے وغیرہ کے اوصاف عطا فرمائے اور اپنے مزید اوصاف سے متصف ہونے کی صلاحیت عطا کر کے اس دنیا میں بھیجا جہاں ان اوصاف و اخلاق سے متخلق ہونے کے لاتعداد مواقع موجود تھے۔ یعنی کچھ اوصافِ الٰہیہ ازل سے اس میں موجود تھے اور باقی اوصاف سے متصف ہونے کا موقع اس دنیا میں عطا کیا گیا۔ جس قدر ایک انسان ان اوصاف و اخلاق سے متخلق ہوتا ہے اسی قدر قربِ الٰہی پاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل تمام انبیاء علیہم السلام صفات و اخلاقِ الٰہیہ سے کسی حد تک متخلق و متصف تھے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام کے تمام اوصاف و اخلاقِ الٰہیہ کا مکمل و جامع اظہار بنے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں'' یعنی اخلاقِ الٰہیہ کے اس دنیا میں اظہار کو مکمل کرنے آیا ہوں۔

اس اظہار کی تکمیل کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ اس کائنات کے ہر انسان کے لیے اس کی زندگی کے ہر حصے اور شعبے کے لیے کامل رہنمائی کرنے والی اور نمونہ و مثال مہیا کرنے والی ذات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ذات میں اپنے ہی اخلاق و اوصاف کا ایسا خوبصورت اظہار اور مجسم نمونہ و تفسیر دیکھ کر ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و شان بیان فرمائی:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ ترجمہ: ''اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلق عظیم الشان ہے'' (القلم۔4)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُلقِ عظیم کی گواہی جب رب تعالیٰ نے خود دے دی تو اب کسی اور سے اس گواہی کے طلب کرنے کی اگرچہ ضرورت باقی نہیں رہ جاتی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلق ایسا شاندار، روشن اور بے مثال ہے کہ اس دنیا کا ہر شخص جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے ذرا سی بھی واقفیت رکھتا ہے، اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بھی آپ کو صادق و امین پکارتے رہے اور ہزار دشمنیوں

کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت واخلاق پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔

روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے متعلق پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن ہے''۔ قرآن ذکر الٰہی ہے اور تمام قرآن میں اللہ تعالیٰ جابجا اپنے محبوب کی تعریف فرماتا ہے یعنی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف ہی ذکرِ الٰہی ہے۔ قرآن مسلمانوں کے لیے اوامر ونواہی کا مجموعہ بھی ہے۔ اللہ قرآن کے ذریعے انہیں سکھاتا ہے کہ کن اعمال سے وہ اللہ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں اور کن اعمال کی وجہ سے وہ اللہ سے دور ہو سکتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک ذات ان احکام پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف ان کی تفسیر وشرح کرتی ہے کہ کیسے ان احکام پر عمل کرنا ہے بلکہ مسلمانوں کو یہ بھی سکھاتی ہے کہ اللہ کے احکام پر عمل کرنا اور ان کے مطابق زندگی گزارنا کچھ مشکل نہیں۔ اگر وہ خود بشر ہوتے ہوئے اور تمام بشری تقاضے نبھاتے ہوئے تمام احکامِ الٰہی پر عمل پیرا ہو کر قربِ الٰہی کی معراج پا سکتے ہیں تو امت بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے تمام قرآنی احکام پر عمل کر سکتی ہے اور معراج کے سفر پر گامزن ہو سکتی ہے۔ قرآن کے احکام اور اس کے سکھائے ہوئے تمام اخلاق انسانوں کی بشری استعداد سے ماورا نہیں ہیں، اس کا ثبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تو لامحدود اخلاقِ الٰہیہ کا کامل اظہار ہے لیکن اپنی امت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خوشخبری سنا رہے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کے سو (کثرت کی طرف اشارہ) سے زیادہ اخلاق ہیں، اگر وہ ان میں سے ایک بھی کسی کو عطا فرمائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان اخلاق کے مثالی پیکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق سے آگاہی حاصل کرکے ان کو اپنانے اور اپنی زندگی کے تمام عوامل میں ان کو خود پر لاگو کرنے کی کوشش کریں۔ یوں نہ صرف ہماری اور ہمارے آس پاس بسنے والوں کی زندگی آسان اور خوبصورت ہو جائے گی بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب ورضا اور اللہ کے اخلاق سے متخلق ہونے کا شرف وسعادت بھی حاصل ہوگی۔

1۔ شفقت ورحمت: اللہ پاک کی کل صفات کا غالب تر حصہ اس کی رحمت، کرم اور لطف کی صفات پر مشتمل ہے اور یہی اوصافِ الٰہیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مبارکہ کا سب سے اہم اور بنیادی پہلو ہیں جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا محبوب ہونے کے ساتھ ساتھ تمام کائنات اور مخلوق کا محبوب بھی بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت اور شفقت کی گواہی خداوند تعالیٰ خود قرآن میں دیتا ہے۔

❁ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ترجمہ: اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ (الانبیاء۔107)

❁ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تمہی میں سے ایک پیغمبر تشریف لائے۔ تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے، انہیں تمہاری ہدایت اور اصلاح کی حرص ہے۔ وہ ایمان والوں پر شفقت رکھنے والے مہربان ہیں۔ (التوبہ۔128)

رؤف اور رحیم اللہ پاک کے صفاتی اسماء ہیں اور یہی وہ دو خاص اسماء ہیں جن سے اللہ پاک مندرجہ بالا آیت میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرما رہا ہے یعنی صفاتِ رؤف ورحیم ایسی خاص صفاتِ الٰہیہ ہیں جو اس کی اپنی ذات کی طرح اس کے مظہرِ کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و صفات پر بھی غالب ہیں اور بے شک اللہ اور اس کا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے امتیوں میں بھی انہی صفات کو سب سے زیادہ دیکھنا پسند فرماتے ہیں۔

صفاتِ رحمت وکرم ہی اس کائنات کے وجود کی وجہ اور اسکے قائم رہنے کی وجہ ہیں ورنہ اللہ کا جلال ہر شے کو جلا کر راکھ کر دیتا۔ لہٰذا صفاتِ رحمت وکرم کو اپنا کر ہی ایک بندہ اللہ سے اپنے قرب کے تعلق کو استوار کر سکتا اور قائم رکھ سکتا ہے ورنہ انسان میں موجود اللہ کی جلالی صفات اگر اس پر غالب آجائیں تو وہ دنیا کے لوگوں سے بھی اپنا تعلق اور رشتہ قائم نہ رکھ پائے اللہ سے تعلق قائم رکھنا تو دور کی بات۔ اللہ کی صفاتِ رحمت وکرم کائنات کی ہر شے کے لیے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بھی کائنات کی ہر شے خواہ وہ دوسرے انسان ہوں یا جانور یا پیڑ پودے، ہر ایک کے لیے انہی صفات کو اپنانے کی ہدایت دیتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارکہ ان صفات کا کامل ترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت وشفقت کائنات کی ہر شے پر جاری وساری ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت للعالمین کے دلنواز لقب سے پکارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ابتدا سے اختتام تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت وشفقت کے واقعات سے بھری پڑی ہے جو عورتوں، غلاموں، جانوروں، پرندوں، پیڑ پودوں غرض ہر شے سے متعلق ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا کثیر حصہ معاشرے کے ان پسے ہوئے طبقوں کو ملا جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل حقیر جان کر جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ عورتیں، غلام اور یتیم عرب معاشرے میں اپنے تمام تر حقوق سے محرومی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل اور قول کے ذریعے انہیں جینے کا حق دلایا۔ عورتوں کو ماں، بیوی، بیٹی اور بہن ہر روپ میں عزت دی اور دلائی اور ان تمام رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورتوں پر ظلم کی صورت میں عرب معاشرے میں رائج تھیں۔ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دینا، بیوی کو پیر کی جوتی سمجھنا، بیوہ کو مفت کا مال سمجھنا، بہنوں اور بیٹیوں کو حق وراثت سے محروم کر دینا ایسی قبیح رسوم تھیں جنہوں نے عورت کی زندگی جانوروں سے بھی بدتر بنا دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن وسنت کی مدد سے عورت کو معاشرے میں احترام اور آزادی سے زندگی بسر کرنے کا ہر حق دلایا اور حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا ''پس عورتوں کے معاملہ میں تم خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو عہد خدا کے ساتھ لیا ہے''۔ بیٹیوں کی اچھی پرورش کی تلقین ان الفاظ میں کی کہ ''جس شخص کے ہاں لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش

اچھی طرح کرے تو وہ آتشِ دوزخ اور اس کے درمیان حائل ہو جائیں گی''۔ (صحیح بخاری)

اور حکم فرمایا کہ ''اللہ نے تم پر حرام کر دیا ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا'' (مشکوٰۃ)۔ ماؤں کا رتبہ اس حد تک بلند کر دیا کہ فرمایا ''ماں کے پیروں تلے جنت ہے''۔

یتیموں پر خود بھی شفقت فرماتے اور مسلمانوں کو بھی اس کی ترغیب دلاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ ''جس نے محض رضائے الٰہی کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کے لیے ہر اس بال کے مقابلہ میں جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے، نیکیاں ہیں اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ (جو اس کی کفالت میں ہوں) نیکی کرتا ہے، میں اور وہ بہشت میں ان دو انگلیوں (انگشتِ سبابہ اور وسطیٰ کو ملا کر اشارہ فرمایا) کی مانند ہوں گے۔ (مشکوٰۃ، احمد، ترمذی)۔ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ میرا دل سخت ہے اس کا علاج کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلایا کر''۔

بیوگان اور مساکین کی خبر گیری کرنے کی ترغیب ان الفاظ میں دی کہ ''بیوگان و مساکین پر خرچ کرنے والا راہِ خدا (جہاد و حج) میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے'' (صحیح مسلم، صحیح بخاری، مشکوٰۃ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''اے عائشہ کسی مسکین کو اپنے دروازے سے نامراد نہ پھیرنا گو نصف خرما ہی کیوں نہ دو۔ اے عائشہ غریبوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنے نزدیک کر۔ خدا تجھے قیامت کے دن اپنے نزدیک کرے گا'' (ترمذی)

غلاموں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت بے مثال ہے۔ فرمان مبارک ہے ''جو کوئی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے اس غلام کے ہر عضو کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اس کا ایک عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے''۔ ان کے حقوق کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ''تمہارے غلاموں میں سے جو تمہارے حق میں اچھا ہو اسے کھلاؤ اس میں سے جو تم کھاتے ہو اور پہناؤ اس میں سے جو تم پہنتے ہو اور ان میں سے جو تمہارے حق میں اچھا نہ ہو اسے بیچ دو اور خلقِ خدا کو عذاب نہ دو''۔ (احمد، داؤد، مشکوٰۃ)۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی ''ابو مسعود جان لو کہ تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے اس سے زیادہ اللہ کو تم پر اختیار ہے''۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اس کو رضائے الٰہی کے لیے آزاد کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ تم کو جلاتی'' (مسلم۔ مشکوٰۃ)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا ''یا رسول اللہ ہم اپنے غلام کو کتنی بار ایک دن میں معاف کر دیا کریں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاموش رہے۔ اس نے دوسری بار دریافت کیا آپ پھر خاموش رہے۔ تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا ''ہر روز ستر بار معاف کر دیا کرو''۔ (ابوداؤد)

جانوروں اور پرندوں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت و شفقت بے حساب تھی۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ بندھا تھا جو ایک انصاری کا تھا۔ اونٹ نہایت کمزور و ناتواں تھا اور بھوک کے مارے اس کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں۔ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھ کر رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فوراً اس انصاری کو بلایا اور اس سے فرمایا ''کیا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک بنایا ہے، خدا سے نہیں ڈرتا؟ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور کثرتِ استعمال سے اس کو تکلیف دیتا ہے''۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں گئی جسے اس نے باندھ رکھا تھا اور کھانا نہ کھلایا اور نہ چھوڑا تا کہ کیڑے مکوڑے کھاتی''۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک پرندے کو دیکھا جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔ ہم نے دونوں بچوں کو پکڑ لیا۔ وہ پرندہ بے چینی سے اِدھر اُدھر چکر لگانے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس تشریف لائے تو اس پرندے کی بے چینی دیکھ کر فرمایا ''اس کے بچوں کو پکڑ کر اسے کس نے دکھ دیا ہے اس کے بچے اسے واپس دے دو''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چیونٹیوں کا گھر دیکھا جسے کسی نے جلا دیا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جائز نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب دے''۔ (ابوداؤد۔ مشکوٰۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت سے جمادات و نباتات کو بھی حصہ ملا ہے۔ حضرت ابو رافع بن عمرو غفاری کے چچا بیان کرتے ہیں کہ میں لڑکپن میں انصار کے نخلستان میں جاتا اور درختوں پر پتھر مارتا تھا۔ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے جایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا ''لڑکے تو درختوں پر پتھر کیوں مارتا ہے؟'' میں نے کہا کھجوریں کھانے کے لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''پتھر نہ مارا کرو۔ جو کھجوریں نیچے گری ہوں کھا لیا کرو''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور یوں دعا فرمائی ''خدایا اس کا پیٹ بھر دے''۔ (ابوداؤد)

منقول ہے کہ جس روز آندھی یا آسمان پر بادل ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ مبارک پر غم و فکر کے آثار نمایاں ہوتے، آپ بے چینی کے عالم میں کبھی آگے بڑھتے کبھی پیچھے ہٹتے۔ جب بارش برس کر تھم جاتی تو آپ خوش ہو جاتے اور حالتِ غم جاتی رہتی۔ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو فرمایا کہ ''میں ڈرتا ہوں کہ مبادا (قوم عاد کی طرح) یہ عذاب ہو جو میری امت پر مسلط کر دیا گیا ہو'' (صحیح مسلم)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت کے صدقے نہ صرف آپ کی امت کو عذاب سے نجات عطا کی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سبب سے کفار کو بھی عذاب نہ دیا۔

سورۃ الانفال میں اللہ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيهِمْ ترجمہ: ''اور اللہ کو یہ شایاں نہیں کہ ان کو عذاب دے جب تک آپ ان میں ہیں''۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت مومنین کے ساتھ ساتھ کفار پر بھی جاری ہے۔

2۔عفو و درگزر: عفو و درگزر یعنی خطائیں اور گناہ معاف کر دینے کی صفت اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحم و کرم کا تقاضا اور ان کا نتیجہ ہے۔ اس لیے معاف کر دینے کی صفت اللہ تعالیٰ کی دوسری غالب تر صفت ہے اسی لیے اللہ پاک نے فرمایا کہ ''میری رحمت میرے غضب پر حاوی ہے'' یعنی گنہگار اگر اپنے گناہ پر شرمندہ ہے اور میرے عفو اور بخشش کا طلب گار ہے تو میری رحمت اسے میرے غضب سے بچالے گی۔ پس اللہ یہ صفت بھی اپنے بندوں میں ظاہر دیکھنا پسند فرماتا ہے اور بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ذات اس صفت کی مظہرِ کامل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ''اللہ کی رحمت'' ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو ''رحمت للعالمین'' کے لقب سے نوازا۔ یہ رحمت نہ صرف دنیا میں اللہ کے بندوں پر جاری و ساری ہے بلکہ آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بھی عفو و درگزر کرتے گزری اور آخرت میں بھی گناہگاروں کو معاف فرماتے اور اللہ سے معافی دلاتے ہوئے یہی صفت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے ظاہر ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام زندگی عفو و درگزر کا نمونہ ہے۔ جس قدر اذیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائی اور جس طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو معاف فرما دیا اس کی کوئی اور مثال دنیا میں موجود نہیں۔ اعلانِ نبوت کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اپنے رشتے دار غیر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرح سے اذیت پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ بازاروں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ ہر جگہ ہر محفل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جانے لگا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ اور ساتھیوں کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور ہو کر بھوک و پیاس اور دیگر مشکلات سے بھرپور زندگی گزارنا پڑی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنے کسی دشمن کے لیے بددعا کی نہ کسی کو انتقام کا نشانہ بنایا۔

نبوت کے دسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ دین کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ وہاں کے سرداروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام قبول کرنے کی بجائے آپ کے لیے نازیبا کلمات استعمال کیے اور اوباش لڑکوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگا دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آوازیں کستے اور پتھر برساتے حتیٰ کہ آپ کے پیر مبارک لہولہان ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک باغ میں پناہ لی۔ وہاں اللہ کے حکم سے پہاڑوں کے فرشتے نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ حکم دیں تو دو پہاڑوں کو ان پر الٹ دوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا فرمائے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے حق کے لیے کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں جب آپ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کا مرتکب ہوتے کسی کو دیکھتے تو ضرور اس کا مواخذہ فرماتے''۔

ہجرتِ مدینہ کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ روانہ کیا گیا تو راستے میں چند سفہائے قریش نے مزاحمت کی۔ ان میں سے ہبار بن اسود قریشی نے حضرت زینبؓ کو اونٹ سے گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں، پتھر پر گریں، حمل ساقط ہو گیا اور ان کو سخت چوٹ آئی اور اسی میں جاں بحق ہوئیں۔ فتح مکہ کے دن یہی ہبار بن اسود واجب القتل لوگوں میں شامل تھا اور چاہتا تھا کہ بھاگ کر ایران چلا جائے۔ بالآخر ہمت کر کے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا ''یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے بھاگ کر شہروں میں پھرتا رہا۔ میرا ارادہ تھا کہ ایران چلا جاؤں پھر مجھے آپ کی صلہ رحمی اور عفو و کرم یاد آئے۔ مجھے اپنی خطا اور گناہ کا اعتراف ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درگزر فرمائیں''۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں نے تجھے معاف کر دیا''۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ خیبر (محرم 7ہجری) سے واپس تشریف لائے تو ایک روز سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ زینب نے بکری کا گوشت بھون کر زہر آلود کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے چند اصحابؓ نے کھایا۔ طبیعت بگڑنے پر جب اس یہودیہ سے باز پرس کی گئی تو اس نے اعتراف کر لیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ مگر جب اس کے سبب سے ایک صحابیؓ انتقال فرما گئے تو قصاص میں اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اسی سال لبید بن اعصم یہودی منافق نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کر دیا۔ معلوم ہو جانے پر بھی آپ نے اس سے کچھ تعرض نہ فرمایا۔

اعلانِ نبوت سے لے کر فتح مکہ تک قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو جو اذیتیں دیں ان کی داستان طویل اور اذیت ناک ہے۔ فتح مکہ کے دن یہی قریش مسجد حرام میں نہایت خوف و بیقراری کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے منتظر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعارِ عفو و درگزر کے قربان کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اذیتوں کا ذکر تک نہ کیا اور اعلان فرما دیا اذهبوا فانتم الطلقاء جاؤ تم سب آزاد ہو۔ اس عالی حوصلگی کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ ہندہ بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان) جس نے غزوۂ احد میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبایا تھا، فتح مکہ کے بعد عام معافی مل جانے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئی۔ بیعت کے وقت نقاب پوش ہو کر آئی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہچان نہ لیں۔ بیعت کے بعد نقاب اٹھا دیا اور

کہا کہ میں ہندہ بنت عتبہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی امر کا ذکر تک نہ فرمایا۔ یہ دیکھ کر ہندہ نے کہا ''یا رسول اللہ روئے زمین پر کوئی گھر میری نگاہ میں آپ کے گھر سے زیادہ مبغوض نہ تھا لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی گھرانہ آپ کے گھرانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا یہی شعار اور صفت الٰہی اپنانے کی ترغیب اُمت کو دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جلد معاف فرما دے تو تم بھی دوسروں کو جلد معاف کر دیا کرو''۔ پس جو رحمت و کرم و عفو کا طلبگار ہے اسے زیادہ سے زیادہ عفو و درگزر کرنا چاہیے۔ یہ صفت اپنا کر ایک مسلمان اللہ کی بنیادی اور اہم ترین صفت کا حامل ہو جاتا اور سب سے زیادہ قربِ الٰہی حاصل کرتا ہے۔

3۔ عدل و انصاف: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے عدل و انصاف کے بھی مظہرِ اتم ہیں۔ عدل یہ ہے کہ ہر شے کو اس کے جائز مقام پر رکھا جائے اور انصاف یہ ہے کہ ہر ایک سے برابر سلوک روا رکھا جائے اور جو جس سلوک کا حق دار ہو اسے وہی دیا جائے۔ عدل و انصاف کی ضد ظلم و ناانصافی ہے جو ایک چھوٹے سے گھر سے لے کر تمام معاشرے کے بگاڑ کا باعث بنتی ہے۔ عدل و انصاف اللہ کی پسندیدہ ترین صفات میں سے ہے کیونکہ انہیں اپنا کر ہی ایک بندہ بھی اور ایک معاشرہ بھی سکون اور خوشحالی کی زندگی گزار سکتا ہے۔ جو شخص عدل و انصاف کی صفت سے محروم ہے وہ اپنے لیے بھی پریشانی کا باعث ہے اور دوسروں کے لیے بھی کیونکہ پھر وہ اپنے روزمرہ اعمال میں اور لوگوں کے ساتھ اپنے برتاؤ میں اعتدال و توازن قائم نہ رکھ سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے ذریعے اپنی امت کو نہ صرف ایک فرد کی سطح پر عدل و انصاف کرنا سکھایا بلکہ پورے معاشرے میں عدل و انصاف کرنے کے لیے بھی مثالیں اور نمونے مہیا کیے۔ زمانہ طفولیت میں جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف داہنی پستان سے دودھ پیا اور دوسری طرف ان کے اپنے شیر خوار بیٹے اور اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ حنین سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ایک شخص نے کہا ''یا رسول اللہ عدل کیجئے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تجھ پر افسوس۔ اگر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کرے گا۔ اگر میں عادل نہیں تو تُو نا اُمید و زیاں کار ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اسے جانے دو کیونکہ اس کے اصحاب ایسے ہیں کہ ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نماز کو اور ان کے روزوں کے مقابلے میں تم اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے (یعنی وہ کثرت سے نماز و روزے کی پابندی کرتے ہیں لیکن اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں)۔ وہ دین سے یوں نکل جاتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے''۔ (صحیح بخاری)

ایک بار خاندانِ مخزوم کی ایک عورت چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا سنا دی۔ قریش نے چاہا کہ وہ سزا سے بچ جائے۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص خادم اور محبوب تھے، کے ذریعے معافی کی درخواست بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم حد میں سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں کو سزا دیتے اور امیروں کو چھوڑ دیتے۔ خدا کی قسم اگر فاطمہؓ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ایسا کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا''۔ (صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معمولی سے معمولی باتوں میں بھی عدل کا خیال رکھتے تھے۔ ایک بار جنگ بدر کے لیے صف آرائی کر رہے تھے حضرت سواد بن غزیہ انصاری رضی اللہ عنہ صف سے ذرا آگے نکلے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لکڑی کی چھڑی سے ان کے پیٹ پر ٹہوکا دے کر کہا کہ ''سواد برابر ہو جاؤ''۔ اس پر حضرت سوادؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی چھڑی نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً اپنے شکم مبارک سے کپڑا ہٹا دیا کہ لو تم مجھ سے قصاص لے لو۔ حضرت سوادؓ نے فوراً آگے بڑھ کر شکم مبارک کو چوم لیا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدل و انصاف کا ہی کمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیک وقت نو ازواجِ مطہرات کو اپنے نکاحِ مبارک میں رکھا اور سب سے ایسا برابری کا سلوک فرمایا کہ کبھی کسی زوجۂ محترمہ کو عدم توجہی کی شکایت کا موقع نہ دیا۔

4۔ سخاوت: سخاوت اللہ تعالیٰ کا خُلقِ عظیم ہے۔ اس دنیا کا چپہ چپہ اور انسان کو دی گئی ہر نعمت اللہ کی سخاوت کا ثبوت ہے۔ سخاوت کی صفت اللہ کے تمام محبوب بندوں کے خلق کا لازمی جزو اور بندوں میں اللہ کی پسندیدہ ترین صفت ہے۔ سخاوت سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی دی گئی نعمتوں، خواہ وہ دولت ہو، علم ہو یا صحت ہو، کو کھلے دل سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ عموماً سخاوت کو صرف مال سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں سخاوت سے مراد ہر اس شے کو راہِ خدا میں کھلے دل سے خرچ کرنا ہے جس سے مخلوق کو نفع پہنچے۔ آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تمام تر زندگی خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی، راہِ خدا میں مخلوق کو نفع پہنچانے میں خرچ کر دی اور امت کو بھی ترغیب دی کہ ''خیر الناس من ینفع الناس'' ترجمہ: ''بہترین انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو نفع پہنچائے''۔ (مسلم۔ بخاری) اور فرمایا ''سخی اللہ تعالیٰ کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے اور لوگوں کے قریب ہے جبکہ دوزخ سے دور ہے۔ (اس کے برعکس) بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے اور لوگوں سے دور ہے جبکہ جہنم سے قریب ہے''۔ (جامع ترمذی)

ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام منبعِ جود و سخا ہیں۔ ان کی حیاتِ مبارکہ ہر طرح کی سخاوت کا بے مثال نمونہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اسی ہزار درہم لائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو ایک چادر پر پھیلا دیا اور جب تک ان سب کو تقسیم نہ فرما دیا اپنی جگہ سے نہیں اُٹھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم اطہر پر بھوک کی وجہ

سے پتھر بندھا ہوا تھا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اگر مجھے احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ملے تو جب تک اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر دوں آرام نہ کروں''۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں سے بڑھ کر سخی تھے خصوصاً ماہِ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ برسنے والی بدلیوں کو اٹھانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سائل کے سوال کے جواب میں لا (نہیں) کا لفظ استعمال نہ فرمایا خواہ وہ سائل کتنی ہی بڑی چیز کا سوال کیوں نہ کرتا''۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کسی سائل کے سوال پر ہی منحصر نہ تھی بلکہ بغیر مانگے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اس قدر عطا فرما دیتے کہ عالم سخاوت میں اس کی مثال نادر و نایاب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی صفتِ جواد سے متصف و مکرم ہیں۔ سخی اور جواد میں یہ فرق ہے کہ سخی مانگنے پر عطا کرتا ہے اور ''جواد'' بن مانگے عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ''جواد'' ہے اور بندوں میں اسکی یہ صفت سخاوت کی صورت ظاہر ہوتی ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواد بھی ہیں اور سخی بھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفاتِ الٰہیہ اور صفاتِ عبد دونوں سے متصف ہیں۔ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے دشمن امیہ بن خلف کافر کا بیٹا صفوان بن امیہ جب مقامِ ''جعرانہ'' میں حاضرِ دربار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اتنی کثیر تعداد میں اونٹوں اور بکریوں کا ریوڑ عطا فرما دیا کہ دو پہاڑوں کے درمیان کا میدان بھر گیا۔ چنانچہ صفوان مکہ جا کر چلا چلا کر اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اے لوگو! دامن اسلام میں آ جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس قدر زیادہ مال عطا فرماتے ہیں کہ فقیری کا کوئی اندیشہ ہی باقی نہیں رہتا''۔ اور پھر صفوانؓ خود بھی مسلمان ہو گئے اور صحابیت کا درجہ پایا یعنی ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی عطا سے بھی مالا مال ہوئے۔

مال کی سخاوت کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی سخاوت کا یہ عالم ہے کہ امت کی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کی خواہ وہ ان کے روزمرہ معمول کے فائدے کی باتیں ہوں یا معرفتِ الٰہی کی۔ معراج کی رات حاصل ہونے والے دیدارِ الٰہی کے علم کو بھی امت کے لیے تحفتاً مانگ لیا حالانکہ اس رات اللہ سے قرب و محبت کا یہ عالم تھا کہ نظر ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ سے نہ ہٹی نہ بہکی لیکن اس عالم میں بھی اُمت کو علمِ دیدارِ الٰہی کے خزانے سے مستفید کرنے کی فکر دل میں موجود تھی۔ قرآن کریم، احادیثِ قدسی، احادیثِ نبوی، علم و عرفان کا نہ ختم ہونے والا ایسا خزانہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے امت کو ملا ہے اور جس سے تا قیامت بھی امت فیض حاصل کرتی رہے تو اس کی انتہا تک نہ پہنچ پائے۔ جسمانی سخاوت کی حد یہ ہے کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے دین کی تبلیغ میں وقف کر دیا اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی قدم پیچھے نہ ہٹائے۔

5۔ صداقت: قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ترجمہ: ''اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے''۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صداقت بھی صفاتِ الٰہیہ میں سے ہے۔ مومنین کو اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ترجمہ: ''سچے لوگوں کا ساتھ اختیار کرو''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''مومن کا جھوٹ سے کوئی تعلق نہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مومن کے اندر تمام خرابیاں پائی جا سکتی ہیں سوائے خیانت اور جھوٹ کے''۔ اسلام سچائی کا دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق و امین ہیں۔ قرآن پاک مکمل سچائی ہے جو سابقہ الہامی کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ دینِ اسلام کو اختیار کرنے کے معنی سچائی اختیار کرنا ہے اس لیے تمام اخلاقی اقدار میں صداقت کو ہی اولین حیثیت حاصل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''کسی بندے کا ایمان مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ہر طرح سے جھوٹ کو چھوڑ نہ دے یہاں تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے۔ اگرچہ سچ بولنے سے کسی جھگڑے میں اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو پھر بھی سچ بولے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدق اور راست بازی محتاج بیان نہیں۔ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے قائل تھے۔ اعلانِ نبوت سے قبل بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق کے لقب سے مشہور تھے اور بعد میں بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کی صداقت پر اہلِ مکہ کو اس قدر اعتبار تھا کہ جب آپ کو اللہ کی طرف سے اعلانِ نبوت کا حکم ملا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر تمام قریش کو پکار کر پوچھا کہ ''اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کی فوج جمع ہے تو کیا تم یقین کر لو گے؟ تو سب نے جواب دیا کہ ''ہاں کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولتے ہی دیکھا ہے''۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے سے قبل جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک چہرہ دیکھا تو فوراً پکار اُٹھے وَجْهُهٗ لَيْسَ لِوَجْهِ كَذَّابٍ ترجمہ: ''ان کا چہرہ کذاب کا چہرہ نہیں ہے''۔ ہرقل روم نے ابوسفیان (جو اب تک ایمان نہ لائے تھے) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھا ''کیا دعوائے نبوت سے پہلے تمہیں ان پر کبھی جھوٹ بولنے کا گمان ہوا ہے؟'' ابوسفیان نے جواب دیا کہ ''نہیں''۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار ابوجہل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا ''ہم تم کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن جو کچھ تم لائے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں''۔ اس پر ابوجہل کی اس جہالت پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ترجمہ: ''وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں''۔ (الانفال)

ایک بار قریش نے اپنے ایک نمائندے عتبہ بن ربیعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چند تجاویز پیش کیں کہ ان میں سے جو چاہیں اختیار کر لیں اور نئے مذہب سے باز آ جائیں۔ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ حٰم سجدہ کی آیات تلاوت فرمانا شروع

کیں، جب آپ آیت فَاِنْ اَعْرَضُوْ پر پہنچے تو عتبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اور قرابت کی قسم دیکر کہا کہ آپ آگے نہ پڑھیں۔ اس کے بعد عتبہ نے واپس جا کر قریش سے یہ ماجرا بیان کیا اور کہا کہ ''انہوں نے مجھے قرآن سنایا جب وہ اس آیت پر پہنچے فَاِنْ اَعْرَضُوْ فَقُلْ اَنْذَرْتُکُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ترجمہ: ''اگر وہ منہ پھیریں تو ان سے کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں ایک کڑاکے سے ڈرایا ہے جیسا کہ عاد و ثمود پر آیا تھا''، تو میں نے ان کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور قرابت کی قسم دے کر کہا کہ بس آگے نہ پڑھیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جب کچھ کہہ دیتے ہیں تو وہ جھوٹ نہیں ہوتا اس لیے میں ڈر گیا کہ کہیں ہم پر وہ عذاب نازل نہ ہو جائے جس سے انہوں نے ڈرایا تھا''۔ (خصائصِ کبریٰ)

6۔ ایفائے عہد: ایفائے عہد یعنی وعدہ کی پابندی بھی شجرِ اخلاقِ نبوت کی بہت اہم اور ہری بھری شاخ ہے اور صفاتِ الٰہیہ میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ الْمِیْعَادَ (الزمر۔20) ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا'' اور فرمایا وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (الحج۔47) ترجمہ: ''بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہیں کرتا''۔ مومنین کو بھی اللہ پاک ایفائے عہد کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

❀ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدہ۔1)
ترجمہ: ''اے مومنوں اپنے اقراروں کو پورا کرو''۔

❀ وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل۔34) ترجمہ ''اور وعدہ پورا کیا کرو (قیامت کے دن) وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا''۔

اور سب سے ضروری اس عہد کی پابندی ہے جو روزِ الست مومنین کی روحوں نے اللہ پاک سے کیا تھا کہ وہ سوائے اللہ کے کسی کو اپنا رب نہیں مانیں گے۔ اسی عہد کو نبھانے کے لیے تمام روحیں اجسام میں داخل کر کے اس عالم ناسوت میں اتاری گئیں۔ اس عظیم عہد کی پابندی تبھی ممکن ہے اگر مومن میں ہر طرح کے وعدوں کو نبھانے کی صفت ہو گی خواہ وہ اپنے ارد گرد عام لوگوں سے کیے جائیں، اپنی اولاد سے، بزرگوں سے، دوستوں سے، سرپرستوں سے، ہمسائیوں سے یا رشتہ داروں سے یا کاروبار و نوکری کی جگہوں پر۔ جس شخص کے لیے عام وعدوں کی پابندی کی کوئی اہمیت نہیں وہ روزِ الست کے خاص وعدہ کو بھی ٹھیک سے نبھا نہیں پائے گا۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ ترجمہ: ''جس میں ایفائے عہد نہیں اس کا کوئی دین نہیں''۔ مسلمان روزمرہ زندگی میں چھوٹے چھوٹے وعدے کرتے رہتے ہیں مثلاً کسی سے ملاقات کا ایک وقت مقرر کر لیتے ہیں، یا کسی کی چیز لوٹانے کے متعلق وقت مقرر کر لیتے ہیں یا کسی کا کوئی کام کر دینے کے متعلق وعدہ کر لیتے ہیں لیکن اپنے ہی قول کو بھول جاتے ہیں یا اہمیت نہیں دیتے اور دوسروں کو انتظار یا پریشانی کی زحمت دیتے ہیں۔ یہ انتہائی غیر سنجیدہ عمل ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سخت ناپسند فرمایا ہے اور ایسے لوگوں کے دین کو ہی ناقص قرار دے دیا ہے جو وعدہ کر کے پورا نہیں کرتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے بڑھ کر وعدہ نبھانے والے ہیں خواہ وہ روزِ الست کا عہد ہو یا حیاتِ طیبہ کے عام معاملات۔

حضرت ابو الحمساء رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ اعلانِ نبوت سے پہلے میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ سامان خریدا۔ اسی سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کچھ رقم میرے ذمے باقی رہ گئی تھی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ آپ یہیں ٹھہریئے میں ابھی گھر سے رقم لا کر اسی جگہ پر آپ کو دیتا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی جگہ ٹھہرے رہنے کا وعدہ فرما لیا مگر میں گھر آ کر اپنا وعدہ بھول گیا۔ پھر تین دن بعد مجھے جب خیال آیا تو رقم لے کر اس جگہ پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی جگہ ٹھہرے ہوئے میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر ذرا بھی آپ کی پیشانی پر بل نہ آیا اور اس کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اور کچھ نہ فرمایا کہ ''اے نوجوان تم نے تو مجھے مشقت میں ڈال دیا کیونکہ میں اپنے وعدے کے مطابق تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں''۔ (شفاء شریف)

ابو رافعؓ ایک قبطی غلام تھے جو مکہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ قریش نے مجھے سفیر بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بھیجا۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی صداقت جاگزیں ہو گئی۔ میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ، واللہ میں کبھی ان کے پاس لوٹ کر نہ جاؤں گا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روکتا ہوں۔ تم اب لوٹ جاؤ اگر وہاں بھی تمہارے دل میں اسلام کی صداقت رہی تو واپس آجانا''۔ ابو رافعؓ کا قول ہے کہ ''پھر میں چلا گیا اور دوبارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا''۔ (ابوداؤد)

صلح حدیبیہ کے موقع پر معاہدہ میں یہ شق رکھی گئی کہ ''کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا''۔ ابھی اس معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہٗ جن پر کفارِ مکہ نے بے حد تشدد کر رکھا تھا، بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے مکہ سے گرتے پڑتے وہاں پہنچے۔ معاہدہ لکھنے والا کفار کا نمائندہ سہیل بن عمر حضرت جندلؓ کا والد تھا۔ اپنے بیٹے کو دیکھ کر کہنے لگا کہ ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) معاہدہ کے مطابق ابو جندل کو مجھے لوٹا دیجئے۔ صحابہ کرامؓ حضرت ابو جندلؓ کی حالت دیکھتے ہوئے انہیں ہرگز کفارِ مکہ کو لوٹانا نہیں چاہتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابو جندلؓ سے فرمایا کہ ''تم صبر کرو عنقریب اللہ تمہارے لیے اور دوسرے مظلوموں کے لیے ضرور کوئی راستہ نکالے گا۔ ہم صلح کا معاہدہ کر چکے ہیں اب ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے''۔ غرض حضرت ابو جندلؓ اسی طرح پابہ زنجیر لوٹا دیئے گئے۔ یوں آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دشمنوں اور کافروں کے ساتھ بھی وعدے کی پاسداری کر کے ایفائے عہد کی عظیم مثال قائم کی اور امت کو انکے قول پورا کرنے کا درس دیا۔

7۔ حلم و بردباری: کسی کی زیادتی پر ضبط، اس کی غلطی پر

چشم پوشی اور کسی کے ناروا سلوک کو برداشت کرتے ہوئے بھی اس کے ساتھ نیک سلوک ہی روا رکھنا حلم اور بردباری ہے۔ حلم بھی اللہ کی عظیم صفت ہے۔ مخلوق خواہ کس قدر بھی کفر کرے، ظلم کرے، ناشکری کرے، اللہ سے گلے شکوے اور اس کے احکام کی نافرمانی کرے، اللہ رحمٰن ورحیم وحلیم نہ ان کو رزق عطا کرنا بند کرتا ہے، نہ بیماریوں سے شفا عطا فرمانا، نہ اولاد عطا فرمانا اور نہ ان کو دی گئی نعمتیں ان سے چھینتا ہے۔ یہی حلم ہے اور اللہ کے مظہرِ کامل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظیم صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حلم کی نصیحت ان الفاظ میں فرماتا ہے ترجمہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کی سختی اور برائی کو اپنے نیک برتاؤ سے ٹال دیا کیجئے تو (آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دیکھیں گے کہ) جس شخص میں اور آپ میں دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کہ ایک ولی دوست'' (السجدہ۔34) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کو حلم کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''جو شخص جھگڑے کو ایسی حالت میں ترک کردے کہ وہ باطل پر ہو تو اس کے لیے جنت کے کنارے میں ایک گھر بنایا جائے گا، اور اگر حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہ کرے تو اس کے لیے جنت کے درمیان میں ایک گھر تعمیر کیا جائے گا''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مبارکہ سے حلم و بردباری کی بہت سے مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہٗ کا بیان ہے کہ ایک بار میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ چل رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے اور کھردرے تھے۔ ایک دم ایک بدوی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پکڑ لیا اور اتنے زبردست جھٹکے سے چادر مبارک کو کھینچا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نرم ونازک گردن مبارک پر چادر کے سخت کنارے پھرنے سے خراش آگئی۔ پھر اس بدوی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بدوی کی طرف توجہ فرمائی اور کمالِ حلم سے اس کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے اور پھر اس کو کچھ مال عطا فرمانے کا حکم صادر فرمایا۔ (بخاری شریف)

جنگِ احد میں عبداللہ بن قمیہ نے چہرۂ انور کو زخمی اور خون آلود کر دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے سوا کچھ نہ فرمایا کہ ''اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ مجھے نہیں جانتے''۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہٗ جو پہلے ایک یہودی عالم تھے، انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کھجوریں خریدی تھیں۔ کھجوریں دینے کی مدت میں ابھی ایک دو دن باقی تھے کہ انہوں نے بھرے مجمع میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انتہائی تلخ وترش لہجے میں سختی کے ساتھ تقاضا کیا اور آپ کا دامن اور چادر پکڑ کر نہایت تند وتیز نظروں سے آپ کی طرف دیکھا اور چلا چلا کر کہا کہ ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم سب عبدالمطلب کی اولاد کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور ٹال مٹول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے''۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے نہایت غضب ناک اور زہریلی نظروں سے گھور کر اسے کہا ''اے خدا کے دشمن! تُو خدا کے رسول سے ایسی گستاخی کر رہا ہے؟ خدا کی قسم! اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب مانع نہ ہوتا تو میں ابھی اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا''۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے عمرؓ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں تو یہ چاہیے تھا کہ مجھ کو ادائے حق کی ترغیب دے کر اور اس کو نرمی کے ساتھ تقاضا کرنے کی ہدایت کر کے ہم دونوں کی مدد کرتے''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ ''اے عمرؓ! اس کو اس کے حق کے برابر کھجوریں دے دو اور کچھ زیادہ بھی دے دو''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے جب حق سے زیادہ کھجوریں دیں تو حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ ''اے عمرؓ! میرے حق سے زیادہ کیوں دے رہے ہو؟'' آپؓ نے فرمایا کہ چونکہ میں نے ٹیڑھی ترچھی نظروں سے دیکھ کر تم کو خوفزدہ کر دیا تھا اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہاری دلجوئی ودلداری کے لیے تمہارے حق سے کچھ زیادہ دینے کا مجھے حکم دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ ''اے عمرؓ! کیا تم مجھے پہچانتے ہو میں زید بن سعنہ ہوں؟'' آپؓ نے فرمایا کہ ''کیا تم وہی زید بن سعنہ ہو جو یہودیوں کا بہت بڑا عالم ہے''؟ انہوں نے کہا ''جی ہاں''، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے دریافت فرمایا کہ ''پھر تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایسی گستاخی کیوں کی؟'' حضرت زیدؓ بن سعنہ نے جواب دیا کہ ''اے عمرؓ! دراصل بات یہ ہے کہ میں نے تورات میں نبی آخر الزماں کی جتنی نشانیاں پڑھی تھیں ان سب کو میں نے ان کی ذات میں دیکھ لیا مگر دو نشانیوں کے بارے میں مجھے ان کا امتحان کرنا باقی رہ گیا تھا۔ ایک یہ کہ ان کا حلم جہل پر غالب رہے گا اور جس قدر زیادہ ان کے ساتھ جہل کا برتاؤ کیا جائے گا اسی قدر ان کا حلم بڑھتا جائے گا۔ چنانچہ میں نے اس ترکیب سے ان دونوں نشانیوں کو بھی ان میں دیکھ لیا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ یقیناً یہ نبی برحق ہیں اور اے عمر! میں بہت ہی مالدار آدمی ہوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا آدھا مال حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت پر صدقہ کر دیا'' پھر یہ بارگاہِ رسالت میں آئے اور کلمہ پڑھ کر دامنِ اسلام میں آگئے۔ (دلائل النبوۃ)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ جنگِ حنین سے واپسی پر دیہاتی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چمٹ گئے اور آپ سے مال کا سوال کرنے لگے، یہاں تک آپ کو چمٹے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیچھے ہٹتے ہٹتے ایک ببول کے درخت کے پاس ٹھہر گئے۔ اتنے میں ایک بدوی آپ کی چادر مبارک اچک کر لے بھاگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا ''تم لوگ میری چادر تو مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کے برابر چوپائے ہوتے تو میں ان سب کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ تم لوگ مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بزدل''۔

☆☆☆☆☆

صفاتِ الٰہیہ لامحدود ہیں اور یونہی اوصاف واخلاقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی بے شمار ہیں جن کا اظہار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیات میں بھی ہوتا رہا اور باطنی حیات میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور تا قیامت ہوتا رہے گا۔ خُلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام پہلوؤں کو احاطۂ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔ جن صفاتِ الٰہیہ کا تعلق حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی ظاہری حیات اور سیرت مبارکہ سے ہے ان میں سے چند بنیادی پہلوؤں کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں کیا گیا۔ ان صفاتِ الٰہیہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ خاص ذاتی صفات جو بطورِ عبدِ خاص آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں موجود تھیں، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صفاتِ الٰہیہ کا مظہرِ اتم بنانے کے ساتھ ساتھ محبوبِ الٰہی بھی بنا دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عاجزی، تواضع، امانت، حیا اور شجاعت وغیرہ جیسی صفات ہیں جو اللہ کی ذاتی صفات تو نہیں ہیں لیکن بندوں میں اللہ کی پسندیدہ ترین صفات ہیں اور انہی صفات کی بدولت بندہ اللہ کا محبوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ ان تمام اوصاف کا مجموعہ ہے۔ صفاتِ الٰہیہ اپنا کر اگر بندہ قربِ الٰہی حاصل کرتا ہے تو اوصافِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا کر بندہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ ان خاص اوصافِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ تواضع وانکساری: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دین و دنیا کے بادشاہ ہونے کے باوجود بے حد متواضع اور سادہ مزاج تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اختیار دیا کہ اے حبیب اگر آپ چاہیں تو شاہانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ چاہیں تو ایک عام بندے کی زندگی گزاریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔ تواضع کے معنی ہی یہی ہیں کہ اپنے منصب اور مرتبے اور بزرگی کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے عام لوگوں میں انہی کی طرح رہنا اور کسی خاص سلوک یا امتیازی مقام کی طلب نہ کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس درجہ متواضع تھے کہ چھوٹا ہو یا بڑا ہمیشہ سلام کرنے میں پہل فرماتے، غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے اور غریب سے غریب شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے، صحابہ کرامؓ کے ساتھ گھل مل جاتے، کسی امتیازی نشست یا نشانی کی ضرورت نہ ہوتی۔ بازار سے خود سودا سلف خرید کر لاتے، اپنے جانوروں کو چارہ خود ڈالتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ تواضع دیکھ کر حضرت اسرافیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی اس تواضع کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ تمام اولادِ آدم میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ اپنی قبر انور سے اٹھائے جائیں گے اور میدانِ حشر میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شفاعت فرمائیں گے''۔ (زرقانی)

ایک مرتبہ دورانِ سفر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعلین مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درست کرنے لگے تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لائیے میں ٹانک دوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''یہ درست ہے کہ تم اس کو ٹھیک کر دو گے لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تم لوگوں پر اپنی برتری اور بڑائی ظاہر کروں'' اور پھر خود ہی اپنا تسمہ درست کر لیا۔ ایک شخص دربارِ رسالت میں حاضر ہوا تو جلالِ نبوت کی ہیبت سے ایک دم خائف ہو کر لرزہ براندام ہو گیا اور کانپنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بالکل مت ڈرو میں نہ کوئی بادشاہ ہوں اور نہ کوئی جبار حاکم، میں تو قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی''۔

فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ شان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے لشکر کے ہجوم میں شہر مکہ کے اندر داخل ہونے لگے تو اس وقت آپ پر تواضع اور انکسار کی ایسی تجلی نمودار تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر اس طرح سر جھکائے بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سر مبارک کجاوہ کے اگلے حصہ سے لگا ہوا تھا۔

اللہ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انکساری کا عالم بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز رات کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ پایا تو انہیں ہر جگہ تلاش کیا مگر نہ ملے۔ اس کے بعد میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مسجد نبوی میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بوسیدہ کپڑے کی طرح سربسجود تھے اور سجدہ کی حالت میں یہ الفاظ فرما رہے تھے کہ ''اے اللہ میرا دل اور خیال بھی تیرے آگے سربسجود ہے۔ میرا دل تجھ پر ایمان لایا ہے اور میری زبان اس کا اقرار کر رہی ہے۔ اے عظمت والے رب! اے بڑے گناہوں کو معاف کرنے والے میں تیرے سامنے ہوں''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان کہ ''میرا دل اور خیال تیرے آگے سربسجود ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تواضع اور انکساری کی انتہا ہے۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے وجود کے آثار اس طرح محو کر دیئے کہ ظاہر و باطن میں ایک ذرہ بھی سجدہ سے الگ نہیں رہا۔

جب آیت کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ترجمہ: ''اے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ فرما دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو'' (آلِ عمران۔31) نازل ہوئی تو اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''یہ اتباع نیکی، تقویٰ، خوف اور تواضع کے ساتھ ہو''۔

2۔ امانت: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امانت داری میں، خواہ وہ دین سے متعلق ہو یا دنیا سے، اللہ سے ہو یا بندوں سے، بے مثل و بے نظیر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امانتِ الٰہیہ کے حقیقی وارثِ کامل ہیں۔ اللہ کی امانت کو اٹھانا، سنبھالنا اور اسے امت تک منتقل کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی عظیم الشان ذات کا وصف ہے ورنہ روزِ ازل امانتِ الٰہیہ کو اٹھانے سے زمین و آسمان کی ہر شے نے انکار کر دیا تھا۔ امانتِ الٰہیہ سے مراد فقر یعنی عین ذاتِ حق تعالیٰ ہے جس کو اپنے اظہار کے لیے مجسم وجود درکار تھا لیکن زمین و آسمان کی ہر شے میں اس ذات کو اس کی شدید نورانی تجلیوں سمیت ظاہر کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اللہ کے سچے عاشق اور محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی وہ ہستی ہیں جنہوں نے اپنی ہستی کو تجلیاتِ الٰہیہ میں فنا کر کے اس ذات کو اپنے وجود سے ظاہر فرمایا۔ اس ذات کی امانت کو اپنے وجود میں سنبھالے رکھا اور ساتھ ہی اس راز کی امانت کو بھی سنبھالے رکھا اور زبان مبارک سے ہمیشہ یہی کہا کہ اَنَا عَبْدُہٗ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس امانت الٰہیہ کو بحفاظت اپنی امت میں سے چنے ہوئے وارثین کو منتقل فرمایا، انہیں اس امانت کی حفاظت کی قوت عطا کی، اور اس امانت کا حق ادا کرنے کی

تربیت فرمائی اور بحکم الٰہی آج تک کر رہے ہیں اور تا قیامت کرتے رہیں گے یعنی امانتِ الٰہیہ کے اصل محافظ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

امانتِ الٰہیہ کے ساتھ ساتھ اللہ کا پیغام بھی قرآن کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اللہ کی امانت تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہایت خوش اسلوبی سے تیئس سال کے عرصہ میں امت کو منتقل فرمایا اور یونہی تمام دین اللہ کی امانت تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اقوال، افعال، سنت وحدیث کے ذریعے امت کو سکھایا اور اللہ کی اس امانت یعنی دین کو امت تک پہنچانے کے لیے جس قدر اذیت اور مشکلات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے برداشت کیں وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں لیکن کسی بھی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کے دین میں ذرا سی کمی بیشی نہ ہونے دی اور اسے پورے کا پورا اور اصل وحقیقی صورت میں انسانوں تک پہنچا کر امانت کا حق ادا کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصفِ امانت داری آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے اس حد تک ظاہر ہوا کہ دشمن بھی آپ کو امین کہہ کر پکارتے تھے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اہل مکہ اپنی امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس رکھواتے تھے اور اعلانِ نبوت کے بعد اگرچہ وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن ہو گئے پھر بھی اعتبار صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کرتے اور امانتیں آپ ہی کے پاس رکھواتے۔ ہجرتِ مکہ کے وقت تمام قریش آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قتل (نعوذ باللہ) کی سازش تیار کر چکے تھے اور آپ اس سازش سے بخوبی واقف بھی تھے لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کی امانتیں لوٹانے کی فکر تھی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو پیچھے چھوڑا تا کہ وہ اہل مکہ کی امانتیں واپس لوٹا کر مکہ سے ہجرت کریں۔

امت کو امانت داری کا حکم دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لا دین لمن لا امانۃ جس میں امانت نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ اس حدیث مبارکہ میں امانت سے مراد صرف ظاہری دنیاوی امانتیں نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ دین کی امانت کی حفاظت اور اس روح کی پاکیزگی کی حفاظت بھی امانت داری میں شامل ہے جسے اللہ نے ہمیں عطا فرمایا اور جسے بعد از موت اللہ کو لوٹانا ہے۔ اس روح کی امانت کی حفاظت ہی دین ہے اور جس نے اس امانت کی حفاظت نہ کی اس کا کوئی دین نہیں۔

3۔ عفت وحیا: حیا ایک مومن کی پاکدامنی کی بنیاد اور ایک معاشرے میں قبیح افعال کو روکنے اور اس کے افراد کا ایک دوسرے کے لیے ادب واحترام قائم رکھنے کا باعث ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مبارک سیرت سے مومنین کو حیا کا درس بھی دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سب سے بڑا گواہ ہے کہ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ ترجمہ: بے شک تمہاری یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذا پہنچاتی ہے لیکن وہ تم لوگوں سے حیا کرتے ہیں اور تم کو کچھ نہیں کہتے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ حیا کی تصویر کھینچتے ہوئے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کنواری پردہ نشین عورت سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے''۔ تمام عمر ہر طرح کے قبیح قول وفعل اور قابلِ مذمت حرکات وسکنات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دامن عصمت پاک وصاف رہا اور پوری حیاتِ مبارکہ میں وقار ومروت کے خلاف کوئی عمل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سرزد نہ ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ فحش کلام تھے نہ بے ہودہ گو، نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے بلکہ معاف فرمادیا کرتے تھے''۔

4۔ خوش خلقی: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ازواج مطہرات، اپنے احباب، اپنے اصحاب، اپنے رشتہ داروں، اپنے پڑوسیوں ہر ایک کے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک آپ کے اخلاق حسنہ کا گرویدہ اور مداح تھا، خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہٗ کا بیان ہے کہ میں نے دس برس تک سفر وحضر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہ مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا۔ (زرقانی جلد 4 صفحہ 266)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر والوں میں سے جو کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پکارتا تو آپ لبیک کہہ کر جواب دیتے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے پاس آنے سے نہیں روکا اور جس وقت بھی مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے اور آپ اپنے اصحابؓ سے خوش طبعی بھی فرماتے اور سب کے ساتھ مل جل کر رہتے اور ہر ایک سے گفتگو فرماتے اور صحابہ کرامؓ کے بچوں سے بھی خوش طبعی فرماتے اور ان بچوں کو اپنی مقدس گود میں بٹھا لیتے اور آزاد نیز لونڈی، غلام اور مسکین سب کی دعوتیں قبول فرماتے اور مدینہ کے انتہائی حصہ میں رہنے والے مریضوں کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے جاتے اور عذر پیش کرنے والوں کے عذر کو قبول فرماتے۔ (الشفاء شریف جلد 1 صفحہ 71)

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ راوی ہیں کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کان میں کوئی سرگوشی کی بات کرتا تو آپ اس وقت تک اپنا سر اس کے منہ سے الگ نہ فرماتے جب تک وہ کان میں کچھ کہتا رہتا اور اپنے اصحاب کی مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے آتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سلام کرنے میں پہل کرتے اور ملاقاتیوں سے مصافحہ فرماتے اور اکثر اوقات اپنے پاس آنے والے ملاقاتیوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی چادر بچھا دیتے اور اپنی مسند بھی پیش کر دیتے۔ اور اپنے اصحاب کو ان کی کنیت اور اچھے ناموں سے پکارتے۔ کبھی کسی بات کرنے والے کی بات کو کاٹتے نہیں تھے۔ ہر شخص سے خوش روئی کے ساتھ مسکرا کر ملاقات فرماتے، مدینہ کے خدام اور نوکر چاکر برتنوں میں صبح کو پانی لے کر آتے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ان کے برتنوں میں دستِ مبارک ڈبو دیں اور پانی متبرک ہو جائے تو سخت جاڑے کے موسم میں بھی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر ایک برتن میں اپنا مقدس ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے اور جاڑے کی سردی کے باوجود کسی کو محروم نہیں فرماتے تھے۔ (شفاء شریف جلد 1 صفحہ 72)

حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ کے رضاعی باپ یعنی حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے کپڑے کا ایک حصہ ان کے لیے بچھا دیا پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہمیشہ کپڑا وغیرہ (تحفتًا) بھیجتے رہتے تھے۔ یہ ابولہب کی لونڈی تھیں اور چند دنوں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو انہوں نے بھی دودھ پلایا تھا۔ (شفاء شریف جلد 1 صفحہ 75)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روزانہ اپنی ازواجِ مطہرات سے ملاقات فرماتے اور اپنی صاحبزادیوں کے گھر پر بھی رونق افروز ہو کر ان کی خبر گیری فرماتے اور اپنے نواسوں اور نواسیوں کو بھی اپنے پیار و شفقت سے بار بار نوازتے اور سب کی دلجوئی و رواداری فرماتے اور بچوں سے بھی گفتگو فرما کر ان کی بات چیت سے اپنا دل خوش کرتے اور ان کا بھی دل بہلاتے۔ اپنے پڑوسیوں کی بھی خبر گیری اور ان کے ساتھ انتہائی کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ فرماتے۔

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے طرزِ عمل اور اپنی سیرتِ مقدسہ سے ایسے اسلامی معاشرہ کی تشکیل فرمائی کہ اگر آج دنیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے لگے تو تمام دنیا میں امن و سکون اور محبت و رحمت کا دریا بہنے لگے اور سارے عالم سے جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا جہنم بجھ جائے اور عالم کائنات امن و راحت اور پیار و محبت کی بہشت بن جائے۔ نہ صرف دین و دنیا کی بھلائی مسلمانوں کو حاصل ہو بلکہ قربِ الٰہی کے درجات میں بھی ترقی ہو اور آخرت بھی سنور جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل ظاہری و باطنی اتباع کی توفیق دے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ: حضوریٔ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سمجھداری ہے۔ اس کے علاوہ اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری باطن کا انتہائی اعلیٰ مقام اور اللہ کا خاص راز ہے جو اللہ صرف اپنے خاص چنے ہوئے بندوں کو ہی عطا کرتا ہے۔ اس راز کو عام لوگوں پر کھولنا اور منکرینِ پیر و مرشد سے کہنا بیوقوفی ہے کیونکہ بے اعتقاد لوگ تو اس پر یقین ہی نہ کریں گے اور مذاق بنائیں گے اور دوسری طرف اللہ کے ہاں سے بھی اس راز افشانی کی سزا ملے گی۔ اس کے علاوہ زبان سے یہ بات کہنا دعویٰ کے زمرے میں آئے گا اس لیے ضروری ہے کہ زبان سے ہرگز نہ کہا جائے لیکن دل سے ضرور تصدیق اور یقین کیا جائے۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اپنی حضوری کا حال اس خوبصورت انداز میں بیان فرماتے ہیں:

تب و تابِ بتکدۂ عجم نرسد بسوز و گدازِ من
کہ بیک نگاہِ محمدؐ عربی گرفت حجازِ من

(پیامِ مشرق)

ترجمہ: عجم کے بت خانے کی چمک دمک (یعنی دنیا کی رنگینیاں) میرے دل کے سوز و گداز کو نہیں پہنچ سکتی (مجھے متاثر نہیں کر سکتی) کیونکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک نگاہ میں میرا حجاز (قلب و روح) فتح کر لیا۔

باخدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار
یا رسول اللہؐ! او پنہاں و تو پیدائے من

(رموزِ بیخودی)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں خدا سے تو پوشیدہ عرض کرتا ہوں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے برملا عرض کرتا ہوں کیونکہ وہ مجھ سے پنہاں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آشکار (ظاہر)۔

مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کی تلقین کرتے ہوئے اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ترجمہ: تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (مجلسِ محمدی) تک خود کو پہنچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی مکمل دین ہیں۔ اگر تُو اُن (مجلسِ محمدی) تک نہیں پہنچتا تو تیرا سارا دین ابولہب کا دین ہے۔

کیونکہ جب تک ایک مسلمان مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بلاواسطہ دین کی حقیقت نہیں سمجھتا اور تربیت حاصل نہیں کرتا نہ اس کا دین درست ہوتا ہے نہ ایمان مکمل۔



سابقہ الہامی کتب میں تذکرہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تحریر: عنبرین مغیث سروری قادری ایم۔اے (ابلاغیات)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروکاروں کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور تخلیق کیا اور پھر اس نور سے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا: ''اے جابر (رضی اللہ عنہٗ) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے نور کو پیدا فرمایا''۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ''میں اللہ پاک کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہیں''۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشقین کا یہ بھی ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمانی و باطنی اوصاف کو بھی سب سے پہلے متعین فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جن کمالات و اوصاف سے سجانا چاہتا تھا وہ اس نے دنیا کی کسی بھی شے کو تخلیق کرنے سے پہلے ہی طے کر لیے تھے اور پھر دنیا کو اس کے مطابق بنایا۔ دنیا کی تخلیق کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام اوصاف، کمالات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان اور دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کا اعلان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے انبیاء کو عطا کی جانے والی تمام آسمانی کتب اور صحائف میں بہت وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا اور تمام انبیاء نے عالمِ ارواح میں اللہ سے کیے ہوئے عہد کی تکمیل میں خود بھی اپنی اپنی امتوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کی اطلاع دی اور ان کے اوصاف و کمالات سے بھی مطلع فرمایا تاکہ اُن کے آنے پر تمام امتیں ان کو پہچان کر اُن کی پیروی کر سکیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی اُن کے ظاہری و باطنی اوصاف کا سابق انبیاء کے علم میں ہونا اور اپنی امت سے اُن کا بیان کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام انبیاء سے پہلے تخلیق کر چکا تھا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اس عہد کا ذکر کرتے ہوئے، جو اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کے لیے تمام انبیاء سے لیا تھا، فرماتا ہے:

ترجمہ: یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش میں سے جو کچھ دیا ہے، پھر تمہارے پاس ایک رسول اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو تمہارے پاس موجود ہے، تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ پھر (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ''کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور میری طرف سے اس عہد کی ذمہ داری اٹھاتے ہو؟'' انہوں نے کہا'' ہاں ہم اقرار کرتے ہیں''۔ اللہ نے فرمایا ''اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں''۔ (آلِ عمران۔81)

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل تمام انبیاء کی بعثت کا پہلا مقصد اپنی اُمت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد سے مطلع کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف سے آگاہ کرنا تھا تاکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں تشریف لے آئیں تو پچھلی امتوں کے لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نشانیوں سے آگاہ ہوں، تبلیغ دین میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کریں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے، جو اللہ تعالیٰ کے معصوم اور فرمانبردار بندے ہیں، اللہ سے اپنے عہد کو نبھاتے ہوئے اپنی تعلیمات میں جہاں ایک اللہ کی عبادت، اپنی اپنی عطا کردہ شریعت کی پیروی اور اعلیٰ اخلاقی اقدار پر عمل کی تلقین کی وہاں آنے والے زمانے میں اللہ کے خاص بندے کے نزول کا بھی بطورِ خاص تذکرہ کیا۔

قرآنِ کریم بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ پچھلی امتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف سے اچھی طرح آگاہ تھیں۔

۞ اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ

ترجمہ: جس (نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اوصاف و کمالات کو اہلِ کتاب اپنی تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے

ہیں۔(الاعراف۔157)

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ

ترجمہ: جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس (نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔(البقرہ۔146)

قرآن کریم کی اس شہادت کے بعد کہ تمام گذشتہ کتب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد اور اوصاف کا تذکرہ ہے، دینِ اسلام کے عالموں نے تحقیق شروع کی کہ ان کتابوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک تذکرہ کن جگہوں اور کن الفاظ میں ہے تو انہیں اس وقت نہایت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا جب انہیں تورات اور انجیل کا کوئی نسخہ بھی اپنی اصلی حالت میں نہ ملا اور جو نقلیں ملیں وہ آپس میں نہایت مختلف تھیں۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ عیسائی اور یہودی عالموں نے ان کتب میں تحریف کی ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

﴿ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ

ترجمہ: بدل ڈالتے ہیں (یہودی) لفظوں کو ان کی جگہوں سے۔(سورۃ المائدہ۔13)

لیکن قرآن کے بیانات اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت پر یقین رکھنے والے کچھ بزرگانِ دین نے نہایت خلوص اور عرق ریزی سے جستجو اور تحقیق کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سعی کو کامیاب کیا اور انہیں تورات، زبور و انجیل کے ان نسخوں تک رسائی عطا کی جن میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارتیں موجود تھیں۔ چنانچہ یہ سب روایتیں اب تورات و انجیل کے موجودہ نسخوں میں موجود ہوں یا نہ ہوں لیکن مسلمانوں کی مذہبی کتابوں، قرآن مجید کی تفسیروں اور کتب سیر و تواریخ میں مندرج ہیں۔

زیر نظر مضمون میں ہم ایک جائزہ پیش کر رہے ہیں کہ سابقہ الہامی کتب میں ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ مبارک کن الفاظ میں موجود ہے۔

تورات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ نبوت کے دوسرے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام تورات ہے جو آپ علیہ السلام پر 1450 قبل مسیح کے لگ بھگ نازل ہوئی۔ تورات کے پانچ حصے ہیں جن کو پانچ کتابیں کہا جاتا ہے۔ پانچویں کتاب کا نام استثناء ہے۔ اس کتاب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقامِ بعثت کا واضح تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے:۔

جَآءَ الرَّبُّ مِنْ سِیْنَآءَ اَشْرَقَ لَنَا مِنْ سَاعِیر اسْتَعْلَنَ مِنْ جَبَلِ فَارَانَ

ترجمہ: خدا طور سینا پر تجلی فرما ہوا اور کوہِ سعیر سے اس کے انوار ظہور پذیر ہوئے اور فاران کی چوٹیوں سے خود جلوہ نما ہوا، دس ہزار قدسیوں کے ساتھ۔(تورات (استثنا) باب33۔ آیت2)

تورات کی اس آیت کی تفسیر اس طرح سے ہے کہ طورِ سینا وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوتا تھا اور آپؑ کو تورات بھی اسی پہاڑ پر عطا ہوئی۔ کوہِ سعیر وہ مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا اعلان فرمایا اور یہیں انہیں انجیل عطا ہوئی۔ فاران کی چوٹیاں مکہ مکرمہ میں ہیں جہاں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت عطا ہوئی اور قرآنِ کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔ دس ہزار قدسیوں سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فتح مکہ کے وقت مکہ میں داخل ہوئے جن کی تعداد تاریخی کتب کے مطابق دس ہزار ہی تھی۔ اس آیت کی شرح یوں بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے انوار و تجلیات کے مظہر تھے جبکہ ہمارے آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود اللہ کی ذات پاک کے مکمل مظہر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کی صورت میں اللہ کے انوار و تجلیات کا ظہور ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں اللہ کی ذات کا ظہور ہوا۔

تورات میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت اور صفات کے متعلق اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے:

ترجمہ: میں بنی اسرائیل کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تمہارے جیسا نبی قائم کروں گا اور میں اپنا کلام اُن کے منہ مبارک میں رکھوں گا" (یعنی زبان ان کی ہوگی اور کلام میرا)۔(تورات۔باب18 آیت18)

اس آیت کی شرح بہت واضح ہے کہ وہ نبی جس کا یہ مقام ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان کے ذریعے مخلوق سے کلام کرے گا وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل سے ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ صفت قرآن پاک میں بھی مذکور ہے کہ:

﴿ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی O اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

ترجمہ: اور یہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے بلکہ وہی فرماتے ہیں جو ان پر وحی کی جاتی ہے۔(سورہ النجم)

یہودیوں کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی وجہ یہی تھی کہ انہیں یہ بات قبول نہ تھی کہ سب سے عظیم شان کا حامل نبی ان کی قوم بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسمٰعیل سے ہو۔ بنی اسرائیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء بنی اسرائیل سے تشریف لائے جس کی وجہ سے یہ قوم خود کو باقی تمام اقوام سے برتر خیال کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس عظیم نبی کے آنے کی خبریں تواتر سے تمام صحائف اور کتب میں دے رہا تھا وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد ایک لمبے عرصے کے بعد بنی اسمٰعیل سے ظاہر ہونے والا تھا۔ جب بنی اسرائیل کو نبوت اپنی قوم سے جاتی نظر آئی تو انہوں نے اپنی کتب میں موجود اس عظمت والے نبی کی تمام نشانیوں کو مٹا دیا یا تبدیل کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ جس بات کو ظاہر کرنا چاہتا ہے کر کے رہتا ہے چنانچہ اس نے بنی اسرائیل کے اس بغض کو قرآن میں ظاہر کر دیا کہ وہ اللہ کے سب سے عظیم اور آخری نبی کی نشانیاں چھپانے کے لیے اللہ کی آیات کو تبدیل کر دیتے ہیں۔

تورات میں کئی مقامات پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت وصفات کا تذکرہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ تورات میں فرماتا ہے:

☆ ترجمہ: ''وہ میرے ایسے عبد خاص ہیں کہ میری ذات ان کی وجہ سے خوش ہوگئی ہے''۔

☆ ترجمہ: ''وہ میرے بندے خاص ہیں اور پسندیدہ، وہ میری مسرت وخوشی ہیں، میں ان پر اپنی مخصوص روح کا فیضان کروں گا''۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی شان ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

☆ ترجمہ: ''میں اُن پر وحی نازل کروں گا تب تمام امم و اقوام میں ان کا عدل ظاہر ہوگا۔ وہ امتوں کو مختلف وصیتیں فرمائیں گے، وہ قہقہہ مار کر نہیں ہنسیں گے اور نہ اُن کی آواز بازاروں میں سنی جائے گی۔ (حق کو دیکھنے سے) اندھی آنکھوں کو نور عطا کریں گے، (حق کے سماع سے) بہرے کانوں کو قوتِ سماعت عطا کریں گے اور مردہ دلوں کو حیات و زندگانی دوام سے مشرف فرما دیں گے۔ جو میں اُن کو عطا کروں گا وہ اور کسی کو نہیں عطا کروں گا (یعنی دوسرے انبیاء کے کمالات وفضائل محدود ہوں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات، فضائل و معجزات لامحدود ہوں گے)۔ وہ احمد ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائیں گے۔ ایسی حمد جو انوکھے انداز واسلوب میں ہوگی اور ان صفات کے ساتھ جو پہلے کسی نے بیان نہیں کی ہوگی۔ وہ زمین کی انتہا یعنی ساحل سمندر کے قریب ظہور فرما ہوں گے۔ سب روئے زمین کو اور اس کے رہنے والوں کو نوید فرحت وسرور سنانے والے ہوں گے (یعنی تمام انبیاء کی نبوت کسی ایک قوم کے لیے تھی سرورِ عالم ﷺ تمام روئے زمین کے لیے نبی ہیں) ان کی امت مقام بلند پر چڑھتے ہوئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا نغمہ الاپیں گے اور ہر مکانِ رفیع پر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنے والے ہوں گے''۔

ایک اور مقام پر آپ ﷺ کی صفت ونعت کا بیان یوں ہے:

☆ ترجمہ: ''نہ وہ ضعیف و ناتواں ہوں گے اور نہ مغلوب۔ نہ خواہشاتِ نفس کی طرف مائل ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور وشغب کرنے والے بلکہ اُن کی آواز بھی بازاروں میں سنائی نہیں دے گی۔ صلحاء و اخیار کو، خواہ وہ ضعیف کیوں نہ ہوں، ذلیل و رسوا نہیں کریں گے بلکہ وہ مخلصین و صدیقین کو قوی و توانا بنائیں گے۔ وہ فروتنی و عاجزی میں لوگوں کے ملجیٰ و ماویٰ اور آسرا و سہارا ہیں۔ وہ اللہ کے ایسے نور ہیں جن کو بجھایا نہ جاسکے گا اور نہ ان کا مقابلہ کیا جاسکے گا۔ حتیٰ کہ زمین میں میری حجت و دلیل راسخ ثابت ہو جائے گی اور جہالت ولاعلمی کا عذر ختم ہو جائے گا۔ انسان تو انسان جن بھی ان کی کتاب کی اطاعت و اتباع کریں گے''۔ ۱؎

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے یہودی تھے اور تورات کے عالم تھے۔ چنانچہ قرآن پاک کی ان آیات کے نزول کے بعد، جن میں اللہ تعالیٰ نے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ فرمایا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات اور بعثت کے متعلق تورات وانجیل میں آیات موجود ہیں، بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ان صفات کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے بھی کم وبیش وہی صفات بتائیں جو مندرجہ بالا آیاتِ تورات میں مذکور ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تورات میں اوصافِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح بیان فرمائے گئے ہیں۔ انہوں نے جواباً فرمایا کہ ہم اس میں لکھا ہوا دیکھتے ہیں کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ان کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ۔ اللہ کے یہ رسول نہ فحش گو ہیں اور نہ بازاری زبان استعمال کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ عفو سے کام لینے والے ہیں اور ایذا پہنچانے والوں کو دعاؤں سے نوازنے والے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد وثنا کرنے والی ہوگی۔ ہر بلندی پر چڑھتے وقت عظمتِ باری تعالیٰ کو دیکھ کر اللہ اکبر کہتے ہیں اور ہر نشیب میں اترتے وقت تسبیح وتحمید بجالائیں گے۔ (نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کے لیے) ہر وقت سورج کا خیال رکھتے ہیں اور جونہی نماز کا وقت آئے ادا کرتے ہیں''۔

(خصائص کبریٰ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے سورہ البقرہ کی آیت ''جنہیں ہم نے کتاب عطا کی وہ اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے'' کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا ''اے عمر رضی اللہ عنہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو بے اشتباہ پہچان لیا اور میرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچاننا اپنے بیٹوں کو پہچاننے سے بدرجہا اُتم اور اکمل ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''وہ کیسے؟'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''اُن کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب تورات میں وضاحت سے بیان فرما دیئے ہیں''۔

عطا بن یسارؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن العاص سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ صفات دریافت کیں جو تورات میں آئی ہیں۔ انہوں نے فرمایا ''خدا کی قسم! تورات میں بھی آپ ﷺ کی وہی صفات بیان ہوئی ہیں جو قرآن مجید میں ہیں۔ (چنانچہ تورات میں ہے) اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ ﷺ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اُمیوں کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ میرے بندے میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ''متوکل'' رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ سخت گو ہیں، نہ سخت دل، نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں''۔ (مسند احمد۔ بخاری شریف۔ البیہقی)

۱؎ تورات کے عبرانی وسریانی نسخوں میں سے ان آیات کی تلاش اور عربی ترجمہ ابن قتیبہؒ نے کیا جسے امام عبدالرحمن ابن جوزیؒ نے اپنی تصنیف ''الوفا باحوال مصطفیٰ ﷺ'' میں روایت کیا۔ اردو ترجمہ علامہ محمد اشرف سیالوی

زبور

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشینوں میں حضرت داؤد علیہ السلام بڑے عالی مرتبت پیغمبر گزرے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زبور عطا فرمائی۔ زبور کا سالِ نزول تقریباً 1000 قبل مسیح کے لگ بھگ ہے۔ اس الہامی کتاب میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے نزول کی خبر اور اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ابنِ قتیبہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ زبور میں مرقوم ہے ''اللہ تعالیٰ نے ان (آنے والے نبی) کو صیفون (عرب) سے ظاہر فرمایا۔ وہ قابلِ ستائش اکلیل و تاج ہیں''۔

زبور کی یہ آیت یقیناً حضور نبی اکرم ﷺ کے متعلق ہی ہے کیونکہ آپ ﷺ سے پہلے کوئی نبی صیفون (اس زمانے میں عرب کا نام) سے ظاہر نہ ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ''قابلِ ستائش'' کا لقب زبور میں استعمال کرنے سے آپ ﷺ کے ناموں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، احمد ﷺ، محمود ﷺ کی طرف اشارہ ملتا ہے جن کے معنی بھی ''تعریف کے قابل'' ہی ہیں۔ ''اکلیل و تاج'' سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام عالموں کے سردار ہیں اور تمام مخلوق پر اُن کی نبوت وحکومت ہے۔

زبور کے ایک اور باب میں منقول ہے کہ:

☆ ترجمہ: ''آنے والے نبی سمندر سے اور دریاؤں سے منتہائے ارض تک کو اپنے تصرف میں لے آئیں گے۔ اہل جزائر اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے اور دشمن خاک بوسی کریں گے۔ بادشاہ نذرانے لے کر حاضر ہوں گے اور جن تعظیم بجا لائیں گے اور تمام امم و قبائل اُن کے سامنے اطاعت سے پیش آئیں گے کیونکہ وہ مجبور اور مفلوک الحال غربا و ضعفاء کو زبردستوں اور ظالموں کے پنجہ سے چھٹکارا دلائیں گے۔ ضعیفوں، ناتوانوں پر رافت و رحمت فرمائیں گے۔ بلادِ سبا کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اُن پر ہر وقت درود پڑھا جائے گا اور ہر دن ان کے لیے برکت دی جائے گی اور اُن کا ذکر ہمیشہ قائم و دائم رہے گا''۔

جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اُس وقت تک تمام انبیاء کرام ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے اس وقت نبیوں کے سوا عام لوگوں کے لیے یہ طے کرنا ناممکن تھا کہ یہ آیات کس نبی کی شان میں نازل ہوئیں لیکن آج جب تمام انبیاء کرام کا ظہور ہو چکا تو یہ سمجھنا کسی کے لیے بھی مشکل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات میں جس نبی کی اتنی عظیم شان کو بیان کیا وہ آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کوئی نہیں۔

زبور شریف کے ایک اور باب میں تعریفِ مصطفی ﷺ ان الفاظ میں کی گئی ہے:

☆ ترجمہ: ''اے قدرتِ الٰہیہ اور سطوتِ خداوندی کے مظہر نبی اپنی تلوار حمائل کرو کیونکہ تمہاری عزت وعظمت اور شرائع و احکام کا اجراء تمہارے زورِ بازو کے ساتھ وابستہ ہے۔ تمہارے تیر تیز کیے ہوئے ہیں اور اقوام واُمم تمہارے آگے تعظیماً جھکنے والی ہیں''۔

پس یہ آیات بھی ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ہی ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے سوا کسی نبی نے اللہ کے دین کی تبلیغ کے لیے اپنے دشمنوں سے غزوات نہ لڑے اور نہ ہی کسی نبی کو ایسی عظیم فتح نصیب ہوئی کہ تمام اقوام اُن کے اور اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے زیرِ نگیں آگئیں۔

ابنِ ابی حاتم نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا کہ میں نے زبور کے ایک نسخے میں ایک سو پچاس سورتیں دیکھیں جن کی چوتھی سورت میں یہ الفاظ تھے ''اے داؤد سنو! اور سلیمان سے کہہ دو کہ لوگوں کو بتا دیں کہ زمین میری ہے اور اس کا وارث میں محمد[1] (ﷺ) اور ان کی امت کو بناؤں گا''۔ (خصائص کبریٰ۔ جلد 1 صفحہ 65)

علامہ سیوطیؒ نے حضرت وہب بن منبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خوش خبری دی ''اے داؤد تمہارے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد[2] اور محمد[3] ہو گا جس سے میں کبھی ناراض نہ ہوں گا اور وہ کبھی میری نافرمانی نہیں کرے گا میں نے محمد (ﷺ) اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے''۔ (خصائص کبریٰ۔ جلد 1 صفحہ 29)

زبور شریف میں اُمتِ محمدیہ ﷺ کی تعریف اللہ تعالیٰ اس انداز سے فرماتا ہے:

ترجمہ: ''ربّ تعالیٰ کی تازہ اور نو بنو تعریف کرو۔ اس ذاتِ اقدس کی حمد و ثنا بجا لاؤ جس کا مسکن صالحین کے قلوبِ منورہ ہیں۔ (بنی) اسرائیل کو اپنے خالق پر خوش ہونا چاہیے اور صیہون والے گھروں پر کیونکہ اس نے اپنے آخر الزماں پیغمبر کے لیے اُن کی امت کو چن لیا ہے اور اس کو خصوصی نصرت و اعانت سے نوازا ہے اور ان کی بدولت صلحا و اتقیاء کو کرامت وعزت کے ساتھ مضبوط و توانا کر دیا ہے۔ اس امت کے افراد اپنے مولا جل وعلیٰ کی حمد و ثنا اپنی خوابگاہوں میں جاری رکھیں گے۔ بلند آوازوں (اذانوں) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کریں گے۔ ان کے ہاتھوں میں دو دھاری تلواریں ہوں گی تاکہ وہ لوگ جو خالق و مالک کو بھول گئے ہیں اور اس کی عبادت نہیں کرتے، ایسے باغی امم و اقوام کے ملوک کو قیود اور بیڑیوں میں جکڑیں اور ان کے امراء و اشراف کے گلے میں طوق ڈالیں'' (امتِ محمدیہ ﷺ پر جہاد کی فرضیت کی طرف اشارہ ہے)۔

تسبیحاتِ سلیمانؑ

حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے مقدس فرزند اور اپنے عہد کے عظیم حکمران حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اپنے پیش رو انبیاء کی طرح اس عظیم نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزول کی بشارت دی اور یہ بشارت اس لحاظ سے سب سے واضح ہے کہ اس میں اشاروں کنایوں سے کام لینے کی بجائے صاف طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا

---

[1] [2] [3] تورات اور زبور کے نسخوں میں آپ ﷺ کا نام 'احمد' یا 'محمد' واضح طور پر استعمال نہیں کیا گیا بلکہ ان الہامی کتابوں کی زبان یعنی عبرانی اور سریانی کے ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن کے وہی معنی ہیں جو احمد اور محمد کے ہیں یعنی ''تعریف کیا گیا'' یا ''تعریف کے لائق''

اسم گرامی بھی بتا دیا گیا ہے۔ چنانچہ تسبیحاتِ سلیمان علیہ السلام میں ہے:

''خلو محمدیم زہ رو دی زہ رئی'' (تسبیحاتِ سلیمانؑ۔ پ 5-12)

ترجمہ: وہ ٹھیک محمد (ﷺ) ہیں وہ میرے محبوب ہیں میری جان''۔

صحفِ حضرت یسعیاہ علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جانشین انبیاء میں سے حضرت یسعیاہ علیہ السلام (یا حضرت شعیاہ علیہ السلام) نے اپنے صحیفے میں جو الہامی الفاظ بیان فرمائے ہیں وہ واضح طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت، واقعۂ ہجرت اور غزوات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''بیابان اور اس کی بستیاں، قیدار کے آباد گاؤں میں اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں گے، وہ خدا کا جلال ظاہر کریں گے''۔ (یسعیاہ باب 42 آیت 11)

اس بیان میں بیابان سے مراد صحرائے عرب ہے۔ قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے تھے جن کی اولاد سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ 'سلع' ایک پہاڑ ہے جو مدینے سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اہل مدینہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس وقت پُرجوش استقبال کیا جب آپ ہجرت کر کے تشریف لا رہے تھے اور مدینے کی چھوٹی چھوٹی بچیاں گیت گا رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا

ترجمہ: ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔

پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکارنے سے مراد غزوات میں دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کرنا ہے۔

اللہ کے اس مقدس نبی حضرت یسعیاہؑ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمی ہونے کی صفت بھی اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے۔

ترجمہ: بے پڑھے لکھے کو کتاب دی گئی کہ پڑھ۔ وہ کہتا ہے میں پڑھا لکھا نہیں۔ پڑھ نہیں سکتا''۔ (یسعیاہ باب 29 آیت 12)

چنانچہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق جب پہلی بار حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوئے تو آنحضور ﷺ کو سورۃ العلق کے یہ الفاظ سنائے۔

❁ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ

ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔

کتاب یسعیاہ کے باب چالیس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کی بشارت اور انبیاء کو ان کے آنے سے پہلے ان کی راہ ہموار کرنے کا حکم یوں دیا گیا ہے:

ترجمہ: بیابان میں ایک منادی کرنے والے کی آواز۔ تم خداوند کی راہ درست کرو۔ صحرا میں ہمارے خدا کے لیے ایک سیدھی راہ تیار کرو۔ ہر نشیب کو اونچا کیا جائے اور ہر ایک ٹیڑھی چیز اور ناہموار جگہیں ہموار کی جائیں اور خداوند کا جلال آشکار ہوگا اور سب بشر اُسے ایک ساتھ دیکھیں گے کہ یہ خداوند کی آواز ہے''۔ (یسعیاہ باب 40 آیت 3۔7)

آگے چل کر فرماتے ہیں:

ترجمہ: خوب پکار اور مت ڈر۔ یہود کی بستیوں سے کہہ! دیکھو اپنا خدا! دیکھو خداوند! خدا زبردستی کے ساتھ آوے گا اور اس کا بازو اپنے لیے سلطنت کرے گا۔ دیکھو اس کا صلہ اس کے ساتھ ہے اور اُس کا اجر اس کے آگے۔ وہ چوپان کی مانند اپنا گلہ چراوے گا۔ وہ مظلوموں کو اپنے ہاتھ سے فراہم کرے گا اور اپنی گود میں اٹھا کے چلے گا۔ (یسعیاہ باب 40 آیت 9۔11)

انجیل

سلسلۂ موسوی کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام انجیل ہے۔ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف۔4)

ترجمہ: اور جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس خدا کا قاصد بن کر اور مجھ سے پہلے جو تورات آئی، اس کی تصدیق کرتا ہوا اور اپنے بعد ایک پیغمبر کی خوشخبری لے کر آیا ہوں جن کا نام احمد (ﷺ) ہے''۔ قرآنِ کریم کی اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا ایک مقصد شریعتِ موسوی کی تصدیق اور گردشِ ایام سے اس میں جو بگاڑ پیدا ہو گیا تھا اس کی اصلاح کرنا تھا اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ آپ علیہ السلام نبی آخر الزماں، ہادیٔ کُل، رحمتِ عالم، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے ظہور کی بشارت دیں اور اقوامِ عالم کو انسانیت کے محسنِ اعظم کے استقبال کی تیاری کرنے پر آمادہ کریں۔ اس اعتبار سے لازم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کا بڑا حصہ انہی دو مقاصد کے تابع ہو لیکن آپ علیہ السلام کی تعلیمات جس وسیع پیمانے پر تحریف وتبدل کا شکار ہوئیں ہیں اس کی بدولت موجودہ زمانے میں رائج انجیل میں ان مقاصد کی جھلک سب سے زیادہ دھندلائی ہوئی نظر آتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل یکبارگی نازل کر دی گئی جسے آپ مختلف نشستوں اور مجلسوں میں اپنے شاگردوں اور حواریوں سے بیان کرتے جو اسے قلمبند کرتے۔ لیکن ان کے قلمبند کرنے کا انداز ویسا نہیں تھا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتبینِ وحی کا تھا جو آیات کو بعینہٖ بغیر کسی فرق کے قلمبند کرتے تھے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ان آیات کو اپنے اپنے انداز اور الفاظ میں لکھتے اگرچہ متن ملتا جلتا ہوتا لیکن انداز والفاظ جدا جدا۔

مزید یہ کہ وہ انجیل میں اپنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوال وجواب کو بھی شامل کر لیتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے خاص خاص واقعات کو بھی لکھتے۔ یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہی ان کے مختلف حواریوں کی لکھی ہوئی بہت سی اناجیل موجود تھیں۔

کچھ اناجیل ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی لکھی گئیں جن کا ذریعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی بیان کردہ روایات تھیں۔ اناجیل میں یوحنا، لوقا، متی، مرقس اور برناباس کی لکھی ہوئی اناجیل قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ جو بہت سی اناجیل موجود تھیں انہیں 329ء میں مسیحی علماء اور پادریوں نے کالعدم قرار دے دیا۔ جبکہ موجودہ زمانے میں رائج بائبل زبور و تورات کے کچھ حصوں، گزشتہ انبیاء کے صحائف، یوحنا، مرقس، متی اور لوقا کی ترمیم شدہ اناجیل پر مشتمل ہے۔

مختلف لوگوں کے مختلف اندازِ تحریر کی وجہ سے انجیل میں تحریف اور تبدیلی کرنا نہایت آسان تھا۔ تمام کتابوں میں ایک ہی جیسی مستند آیات کی غیر موجودگی کی وجہ سے اس تبدیلی کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے زمانے کے آنے سے پہلے ہی ان اناجیل میں کافی تبدیلیاں آ چکی تھیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اور بعثت کے متعلق اتنی زیادہ آیات انجیل میں موجود تھیں کہ تبدیلیوں کے باوجود وہ مٹ نہ سکیں۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے ہی بہت سے عیسائی راہب آپ ﷺ کی نشانیوں کو دیکھ کر آپ ﷺ کو پہچان لیتے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا حضرت ابو طالبؓ کے ساتھ تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف گئے تو راستے میں بصریٰ کے مقام پر ایک عیسائی راہب ''بحیرہ'' کے پاس آپ ﷺ کا قیام ہوا تو اس نے انجیل میں بیان کردہ نبی آخر الزماں کی نشانیوں سے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور حضرت ابو طالبؓ سے کہا ''یہ سارے جہان کے سردار اور رب العالمین کے رسول ہیں جن کو خدا نے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شجر و حجر ان کو سجدہ کرتے ہیں اور ابر ان پر سایہ کرتا ہے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہے''۔ (ترمذی، ماجہ)

اسی طرح جب آپ ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ کا سامانِ تجارت لے کر ملک شام کا دوسرا سفر کیا تو راستے میں آپ ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ ایک عیسائی راہب 'نسطورا' کی خانقاہ کے قریب ٹھہرے۔ نسطورا میسرہ غلام کو پہلے ہی جانتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی وہ میسرہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ''اے میسرہ! یہ کون شخص ہیں جو اس درخت کے نیچے ٹھہرے ہیں''۔ میسرہ نے جواب دیا کہ یہ مکہ کے رہنے والے اور خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ہیں ان کا نام ''محمد'' اور لقب امین ہے۔ نسطورا نے کہا کہ ''سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے آج تک کوئی نہیں اترا۔ اس لیے مجھے یقین کامل ہے کہ نبی آخر الزماں یہی ہیں کیونکہ آخری نبی کی تمام نشانیاں جو میں نے تورات و انجیل میں پڑھی ہیں وہ سب ان میں دیکھ رہا ہوں۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب یہ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے تو میں ان کی بھرپور مدد کرتا اور پوری جانثاری کے ساتھ ان کی خدمت گزاری میں اپنی تمام عمر گزار دیتا''۔

جب پہلی بار حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں وحی لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ بہت گھبرا گئے۔ گھر آ کر آپ ﷺ نے وحی کے واقعہ کا تذکرہ جناب خدیجہؓ سے کیا تو وہ آپ ﷺ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو بت پرستی سے بیزار ہو کر عیسائی ہو چکے تھے اور انجیل کا ترجمہ عبرانی زبان سے عربی میں کیا کرتے تھے۔ ورقہ بن نوفل نے وحی کا تمام واقعہ سننے کے بعد کہا کہ ''یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی بھیجا۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ ﷺ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکالے گی''۔ یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعجب سے فرمایا ''کیا مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے''۔ تو ورقہ بن نوفل نے کہا ''جی ہاں جو بھی آپ ﷺ کی طرح نبوت لے کر آیا لوگ اس کے ساتھ دشمنی پر کمربستہ ہو گئے''۔

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت تک تو آپ ﷺ کے اوصاف اور نبوت کے متعلق بہت سی آیات انجیل مقدس میں موجود تھیں لیکن آپ ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد بنی اسمٰعیل سے بغض رکھنے والے عیسائی عالموں نے تمام اناجیل میں بڑے پیمانے پر ردوبدل کی اور اُن آیات کو سرے سے تلف ہی کر دیا جن میں آپ ﷺ کے متعلق واضح بیانات موجود تھے لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

☆ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ
(سورۃ الانفال۔30)

ترجمہ: (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور ادھر اللہ چال چل رہا تھا اور اللہ بہتر چال چلنے والا ہے۔

چنانچہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی تصدیق کے نشانات محفوظ رکھنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک انتہائی قریبی حواری سینٹ برناباس کی انجیل اس تمام عرصے میں عرب کے عیسائی عالموں کے پاس موجود ہی نہ رہی بلکہ اس انجیل کے نسخے اپنی اصلی حالت میں عرب کے عیسائیوں کی دسترس سے دور کسی اور ملک میں محفوظ پڑے رہے اور تحریف و تبدل سے بچ رہے۔ جس ذاتِ اقدس نے آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا اسی نے آپ ﷺ کی تصدیق کے اسباب بھی مہیا فرمائے اور ان اسباب کی حفاظت بھی خود فرمائی۔ اور وہ اس طرح سے کہ یہ انجیل 325ء تک تو مستند انجیل تسلیم کی جاتی رہی لیکن 329ء میں عیسائیوں کے بڑے پادری بابائے گلائس اوّل نے اور بہت سی اناجیل کی طرح برناباس انجیل کو بھی گمراہ کن قرار دے کر عیسائیوں کے لیے اس کو اپنے پاس رکھنا جرم ٹھہرایا۔ یوں یہ کتاب رفتہ رفتہ منظرِ عام سے غائب ہو گئی البتہ 383ء میں پوپ نے اس کا ایک نسخہ حاصل کر کے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لیا۔ اطالوی زبان میں لکھا ہوا یہ نسخہ 1713ء میں شہزادے یوگین نے جے ایف کریمر کی مدد سے وی آنا کے شاہی کتب خانے سے حاصل کیا۔ چنانچہ 329ء سے لے کر 1713ء تک یہ انجیل دنیا کی نظر سے پوشیدہ رہی جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا سال 573ء ہے۔ 1713ء میں اس کے دریافت ہونے کے بعد جب اس کا علم عیسائی علماء کو ہوا تو انہوں نے اسے جعلی قرار دے دیا اور کہا کہ یہ کسی مسلمان عالم نے لکھی ہے۔ جس میں اس نے اپنے نبی کا تذکرہ بڑھ چڑھ کر کیا ہے حالانکہ اس وقت تک مسلمان عالموں کو اس انجیل کے وجود کا بھی علم

نہ تھا۔ پھر خود ہی ایک عیسائی عالم نے انکشاف کیا کہ اس انجیل کا ایک ہسپانوی ترجمہ بھی موجود ہے۔اس سے پہلے کہ یہ انجیل بھی عیسائی علما کی دست برد کا شکار ہو جاتی اس کی خبر مسلمان علماء تک پہنچ گئی۔1907ء میں ایک انگریز پادری لانسڈیل راگ (Lonsdale Ragg) نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا جس سے مصر کے ایک مسلمان عالم ڈاکٹر خلیل سعادت نے 1908ء میں اس کا عربی ترجمہ کیا جس کا اردو ترجمہ ہندوستان میں مولوی محمد حلیم انصاری نے کیا جسے اسلام مشن (سنت نگر) کے ادارہ نے 1910ء میں لاہور سے شائع کیا۔ اس انجیل کے اب تک چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا 1910ء میں، دوسرا 1916ء میں، تیسرا 1962ء میں اور چوتھا ایڈیشن 2003ء میں ادارہ اسلامیات نے لاہور اور کراچی سے شائع کیا جبکہ 1973ء میں انگریزی ترجمہ قرآن کونسل آف پاکستان کراچی سے دوبارہ شائع ہوا۔ یہ انجیل اب بھی کافی حد تک تحریف سے محفوظ ہے۔عیسائی علماء نے اس انجیل کے منظرِ عام پر آنے کے بعد اسے جعلی قرار دینے کی بہت کوشش کی اور اسے مسلمان عالموں کی اپنی تصنیف قرار دیا لیکن انہوں نے جو اعتراضات اس انجیل پر کیے وہ دوسری اناجیل پر بھی اسی طرح لاگو ہوتے ہیں کیونکہ تمام اناجیل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔عیسائی سینٹ برناباس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بہت قریبی حواری (صحابی) تو مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ انہوں نے انجیل لکھی تھی لیکن وہ انجیل جب انہیں دستیاب ہوئی تو اسے ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ اس میں اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی واضح بشارتیں موجود تھیں۔ برناباس حواری کا اصل نام یوسف تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوسرے حواریوں نے اُن کا لقب برناباس رکھا جس کے معنی ”نصیحت کا فرزند“ ہیں۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں ان کی کیا قدر و منزلت تھی اور ان کی لکھی ہوئی انجیل کی کیا اہمیت ہونی چاہیے لیکن اس کے باوجود عیسائیوں نے ان کی انجیل کو صرف اسلام کے خلاف بغض کی وجہ سے رد کر دیا۔عیسائی علماء کے پاس کسی بھی انجیل کو صحیح یا غلط ثابت کرنے کے لیے کوئی بھی ٹھوس بنیاد موجود نہیں لیکن مسلمان علماء اس انجیل کو درست اس لیے قرار دیتے ہیں کیونکہ جب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور اور اوصاف کے متعلق اس انجیل سے تحقیق کی تو یہ امر واضح ہوا کہ یہ انجیل بنیادی عقائد کے معاملے میں جس قدر قرآن و سنتِ نبوی سے قریب ہے، اتنی قریب عیسائیوں کی اور کوئی مقدس کتاب نہیں۔ سینٹ برناباس کی انجیل میں آنحضرت ﷺ کی بعثت کے آثار اور آپ ﷺ کے خصائصِ کبریٰ جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو افضل الانبیاء اور خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین کے بلند رتبہ سے سرفراز فرمایا، اس قدر تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں کہ ایک عام قاری کے لیے ان کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کو جاننا اور سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگرچہ عیسائی علماء نے جب خود اس انجیل کے تراجم کیے تو پھر اپنی پرانی فطرت کے مطابق اس میں ردوبدل کر لی اس لیے اب یہ انجیل بھی اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں لیکن مسلمان علماء کے کیے ہوئے تراجم کے مطابق ذیل میں انجیل برناباس کے اقتباسات درج کیے جا رہے ہیں جن میں بہت وضاحت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اللہ تعالیٰ کے اوّلین تخلیق اور سب سے محبوب نبی ہونے کا بیان موجود ہے۔ انجیل برناباس کے باب 35 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں سے فرماتے ہیں:

☆ ترجمہ: جب اللہ نے ایک مٹی کا ٹکڑا پیدا کیا اور اس کو پچیس ہزار سال بغیر اس کے ڈالے رکھا کہ کچھ اور کرے۔ شیطان نے جو کاہن اور فرشتوں کے سردار کی مانند تھا، بوجہ اُس بڑے ادراک کے جو اُس کو حاصل تھا، یہ معلوم کر لیا تھا کہ بے شک اللہ اسی ٹکڑے سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو بنائے گا جن کو نبوت کی عزت دی گئی ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کو بھی جن کی روح اللہ نے ہر دیگر چیز سے ساٹھ ہزار سال قبل پیدا کی ہے۔(باب 35 آیت 6-8)

اپنے حواریوں کو اللہ کی عبادت کی تلقین کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کی خبر بھی دیتے ہیں۔

☆ ترجمہ: میں تم سے سچ کہتا ہوں جو آدمی نماز نہیں پڑھتا وہ شیطان سے بھی بُرا ہے اور عنقریب اس پر بہت ہی بڑا عذاب وارد ہوگا اس واسطے کہ شیطان کے لیے اُس کے (اپنے مقام سے) گرنے سے قبل ڈرنے کے بارے میں کوئی عبرت (کی مثال) موجود تھی اور اللہ نے اس کے لیے کوئی رسول نہیں بھیجا جو اُس کو توبہ کی طرف بلاتا، لیکن انسان بے فکری کے ساتھ بغیر کسی خوف کے یوں زندگی بسر کرتا ہے گویا اللہ موجود ہی نہیں، بہ حالیکہ تمام انبیاء سوائے اُس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے آ چکے ہیں، جو میرے بعد آئے گا، کیونکہ اللہ اسی امر کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں اُس کا راستہ صاف کروں۔(باب 36 آیات 2-6)

اس ارشاد میں اس امر کی تصریح بھی موجود ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخری نبی ہوں گے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدمؑ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

☆ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (سورۃ الحجر۔29)

ترجمہ: پھر میں نے اس میں اپنی روح پھونکی۔

انجیل میں بھی تخلیقِ آدمؑ کے متعلق ایسی ہی آیت موجود ہے۔

☆ ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے انسان کو جان عطا کی۔(باب 39 آیت 13)

اس آیت کے فوراً بعد انجیل میں چند الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ وہ واقعہ بیان کیا گیا ہے جو المواہب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہوا تو انہوں نے عرض کیا ”اے پروردگار میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے سے مغفرت کی درخواست کرتا ہوں“۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”اے آدمؑ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے اب تک ان کو پیدا نہیں فرمایا“۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ ”اے رب میں نے اس طرح پہچانا کہ جب آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی تو میں نے جب سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا

اَللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے پیارا ہوگا‘‘۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ’’اے آدم تم سچے ہو۔ واقعی وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطے سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا‘‘۔

انجیل مقدس میں یہی واقعہ ان الفاظ میں آیا ہے:۔

☆ ترجمہ: پس جب آدمؑ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی ’’لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ‘‘ تب آدمؑ نے اپنا منہ کھولا اور کہا ’’میں تیرا شکر کرتا ہوں اے میرے پروردگار کیونکہ تو نے مہربانی کی پس مجھ کو پیدا کیا لیکن میں تیری منت کرتا ہوں مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں ’محمد رسول اللہ‘۔ تب اللہ نے جواب دیا ’’مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم۔ میں تجھ کو بتلاتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص جس کا نام تو نے دیکھا ہے، تیرا ہی بیٹا ہے جو اس وقت کے بہت سال بعد دنیا میں آئے گا اور وہ میرا ایسا رسول ہوگا کہ اس کے لیے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا۔ وہ رسول کہ جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔ یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں رکھی گئی ساٹھ ہزار سال قبل اس کے کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں‘‘۔ (باب29۔آیات15-22)

انجیل میں بیان کردہ اس حقیقت کو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر تخلیق سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تخلیق کیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے:

☆ یا جابر اوّل ما خلق اللہ نور نبیک من نورہ

ترجمہ: اے جابرؓ سب سے پہلے اللہ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔

اللہ کے بھیجے ہوئے ہر نبی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی تبلیغ کے آغاز میں بہت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن جب اللہ کے عطا کردہ معجزات اور آپؑ کے اخلاق و کردار اور جہد مسلسل کی بدولت بنی اسرائیل نے آپؑ کو اللہ کا بھیجا ہوا نبی برحق مان لیا تو انہیں سب سے پہلے یہ گمان ہوا کہ آپؑ ہی وہ آخری نبی ہیں جن کا تذکرہ زبور، تورات اور صحف حضرت یسعیاہؑ میں ہے۔ حضرت یسعیاہؑ کے صحیفے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ’’مَسیا‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے طبقہ علماء کے کچھ افراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دریافت کیا کہ ’’کیا آپ ہی مَسیا ہیں؟‘‘ تو آپؑ نے جواب دیا:

☆ ترجمہ: تحقیق خدا کی نشانیاں، جو اللہ میرے ہاتھ سے عیاں کرتا ہے وہ ظاہر کرتی ہیں کہ میں وہی کہتا ہوں جو اللہ کا ارادہ ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو اس کی مانند شمار نہیں کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس لائق بھی نہیں کہ اُس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے موزے کے بند یا جوتے کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیا کہہ رہے ہو۔ جو مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا اور وہ بہت جلد کلامِ حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی‘‘۔ (باب42۔آیات12-17)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانی حقیقت اور رحمت اللعالمین ہونے کی صفت بیان کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل مقدس (برناباس) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں:

☆ ترجمہ: اور اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ تحقیق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ایک روشنی (نور) ہے جو تقریباً تمام مصنوعات باری کو مسرور کرے گا کیونکہ وہ فہم و فراست کی روح سے آراستہ ہے، عدل اور تقویٰ کی روح سے، لطف اور جبر کی روح سے۔ ایسی (صفات کی) روحیں کہ من جملہ اُن (تمام صفات) کے جو اللہ نے اپنی مخلوقات کو عطا کی ہیں، اس رسول نے اس کا سہ چند (کئی گنا) اللہ سے لیا ہے۔ وہ کیسا مبارک زمانہ ہے، جس میں یہ دنیا میں آئے گا۔ تم مجھے سچا مانو میں نے ہر آئینہ میں اُس کو دیکھا ہے کیونکہ اللہ اُن (نبیوں) کو اُس کی روح بطور پیش گوئی عطا کرتا ہے اور جب میں نے اُس کو دیکھا تو میں نے اطمینان سے بھر کر کہا ’’اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھے اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں کیونکہ اگر میں یہ حاصل کر لوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں‘‘۔ (باب44۔آیت30)

مندرجہ بالا اقتباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک نام ’’محمد‘‘ کے اظہار کے لیے اپنے زمانے میں بولی جانے والی سریانی زبان کا لفظ ’’مُنْحَمَنَا‘‘ استعمال کیا ہے جس کا ترجمہ عربی لغت کے مطابق ’محمد‘ یعنی تعریف کیا گیا ہی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اقوامِ عالم کے لیے نبی اور ان پر ایمان سب کے لیے ذریعہ نجات ہونے کی بشارت انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک سامری عورت کے مکالمے میں دی گئی ہے۔

☆ ترجمہ: عورت نے کہا ’’تحقیق ہم مسیا کے منتظر ہیں پس جب وہ آئے گا ہمیں تعلیم دے گا‘‘۔ یسوع نے کہا ’’اے عورت کیا تُو جانتی ہے کہ مسیا ضرور آئے گا‘‘۔ اس نے جواب دیا ’’ہاں! اے سیّد‘‘۔ اُس وقت یسوع کا چہرہ چمک اُٹھا اور انہوں نے کہا ’’اے عورت مجھے دکھائی دیتا ہے کہ تو ایمان والی ہے پس اب تو جان لے کہ تحقیق مسیا پر ایمان لانے ہی سے اللہ کا ہر برگزیدہ نجات پائے گا اور اس حالت میں واجب ہے کہ تُو مسیا کو جانے‘‘۔ عورت نے کہا ’’شاید تو ہی مسیا ہے اے سیّد!‘‘۔ یسوع نے جواب دیا ’’حق یہ ہے کہ میں صرف اسرائیل ہی کے گھرانے کی طرف نجات کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی آنے والا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا مسیا تمام دنیا کے لیے آئے گا۔ وہ مسیا کہ اللہ نے اس کی وجہ سے دنیا کو پیدا فرمایا ہے اور اُس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا اور رحمت حاصل کی جائے گی‘‘۔ (باب82۔آیت9-17)

اسی طرح انجیل برناباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک کاہن سے مکالمہ درج ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک نام ’’محمد‘‘ کا تذکرہ ہے اور اس کے متعلق یہ وضاحت موجود ہے کہ یہ نام اللہ نے خود رکھا جیسا کہ سیرت کی تمام کتب میں حضرت بی بی آمنہؓ کا یہ بیان موجود ہے کہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے قبل ہی

خواب کے ذریعے اللہ نے یہ بتا دیا تھا کہ پیدا ہونے والی مبارک ذات کا نام 'محمدؐ' ہوگا۔ انجیل مقدس میں ہے:

☆ ترجمہ: اس وقت کاہن نے کہا ''اس مسیا کا نام کیا رکھا جائے گا اور وہ کیا نشانی ہے جو اُس کے آنے کا اعلان کرے گی؟'' یسوع نے جواب دیا ''مسیا کا نام عجب ہے اس لیے کہ اللہ نے جس وقت اُن کی ذات کو پیدا فرمایا اور انہیں آسمانی روشنی میں رکھا اور خود ہی اُن کا نام بھی رکھا۔ اللہ نے کہا ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ صبر کریں اس لیے کہ میں جنت اور دنیا اور مخلوقات کی بھاری بھیڑ جو کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بخشوں گا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا مالک ومختار بنادوں گا) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے ہی پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہاں تک کہ جو آپ کو برکت دے گا (درود پڑھے گا) مبارک ہوگا اور جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر لعنت کرے گا ملعون ہوگا اور جس وقت میں دنیا میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجوں گا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نجات کے لیے اپنا رسول بناؤں گا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کلام سچا ہوگا یہاں تک کہ زمین اور آسمان دونوں کمزور ہو جائیں گے مگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایمان کبھی کمزور نہ ہوگا''۔ تحقیق اُن کا مبارک نام ''محمدؐ'' ہے۔ اس وقت عام لوگوں نے یہ کہتے ہوئے شور مچایا یا اللہ! ہمارے لیے اپنے رسول کو بھیج۔ اے ''محمدؐ'' آپ جلد ہی دنیا کو نجات دینے کے لیے آئیں''۔ (باب 97 آیات 10-19)

انجیل برناباس میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بہت سی بشارتیں موجود ہیں لیکن دیگر اناجیل میں بھی تحریف و ردو بدل کے باوجود اِکا دُکا آیات اب بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق موجود ہیں۔ انجیل متی باب 3 آیت 8، انجیل لوقا باب 3 آیت 17، 16 اور انجیل مرقس باب اوّل آیت 8-6 میں یہ بشارت تقریباً ایک ہی جیسے الفاظ میں موجود ہے۔

☆ ترجمہ: ''میں تو تم کو توبہ کے پانی سے بپتسمہ (عیسائیوں میں نوزائیدہ بچے کو پانی کے چھینٹے مار کر پاک کرنے اور عیسائی قرار دینے کی رسم) دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آئے گا وہ مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا''۔

انجیل یوحنا میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی پیش گوئی ان الفاظ میں موجود ہے:

۞ ترجمہ: ''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی سی کوئی چیز نہیں''۔ (انجیل مقدس، نیا عہد نامہ باب 14 آیت 31)

۞ ترجمہ: ''مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی مرضی سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو کچھ (اللہ سے) سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا''۔ (باب 16 آیت 13، 12)

مندرجہ بالا تمام الہامی کتابوں کے اقتباسات سے بہت سی ایسی احادیثِ مبارکہ، احادیثِ قدسی اور ہمارے بزرگ اولیاء اللہ کے فرامین کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے جن میں ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے حد وحساب شان کو بیان کیا گیا ہے، انہیں مظہرِ نورِ الٰہی کہا گیا ہے اور ان کے علمِ غیب کی تصدیق کی گئی ہے لیکن جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام مخلوقات پر برتری اور فضیلت کو تسلیم نہ کرنے والے غلط سمجھتے اور اللہ کے ساتھ شرک قرار دیتے ہیں حالانکہ ایمان تو ہے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی تصدیق، ایک اللہ کی عبادت تو ہمیشہ سے دنیا کی کثیر مخلوق کرتی آرہی ہے اور ایمان کی صورت ہمیشہ سے ایک ہی ہے خواہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے قبل کا زمانہ ہو یا بعد کا، صرف احکامِ شریعت ہر نبی اور قوم کے لیے تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ اسی لیے تمام انبیاء نے ایک اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی تصدیق اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی تلقین کی جو ایمان کا لازمی جزو ہے۔ اللہ کی ہر تخلیق کی طرح ایمان کے مختار بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں بلکہ ایمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ذات ہے جیسا کہ انجیل برناباس میں مذکور ہے:

☆ ترجمہ: یسوع نے کہا ''ایمان ایک مہر ہے کہ اللہ اُس کے ذریعے اپنے پسندیدہ بندوں پر مہر لگا دیتا ہے اور یہ وہی انگشتری ہے جو اللہ نے اپنے رسول کو عطا کی ہے۔ ایسا رسول کہ ہر ایک برگزیدہ نے ایمان کو اسی کے ہاتھوں سے لیا۔ پس ایمان ایک ہی ہے جیسے اللہ ایک ہی ہے۔ اسی لیے جب اللہ نے ہر چیز سے پہلے اپنے رسول کو پیدا کیا اُس کو ہر چیز سے قبل ایمان دیا جو بمنزلہ اللہ کی صورت اور اُسی کی کل مصنوعات اور اس کے فرمان کے ہے''۔ (باب 90۔ آیات 2-4)

تمام نبی اسی ایمان کو لے کر آئے اور ان کی تعلیمات اسی ایمان یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق پر مبنی تھیں لیکن ان تعلیمات کو بگاڑا جاتا رہا۔ ہر پرانی تعلیم کے بگڑ جانے پر اللہ نئی تعلیم کو بھیجتا لیکن اس کو بھی بغض رکھنے والے انسان بگاڑ دیتے حتیٰ کہ اللہ نے اپنے پسندیدہ وعظیم ترین نبی کو ایسی تعلیم یعنی قرآن کے ساتھ بھیجا جس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود لے لیا۔ انجیل برناباس کے باب 124 میں ہے:

☆ ترجمہ: پھر وہ چیز جو موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پر منطبق ہوتی ہے، حق ہے۔ پس تم اس کو قبول کرلو اس لیے کہ جب اللہ ایک ہے حق بھی ایک ہی ہوگا۔ پس اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ تعلیم ایک ہی ہے اور یہ کہ تعلیم کے معنی ایک ہی ہیں تو ایمان بھی اس حالت میں ایک ہی ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بے شک اگر موسیٰ علیہ السلام کی کتاب سے حق (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارتیں) محو نہ کیا گیا ہوتا تو اللہ ہمارے باپ داؤد علیہ السلام کو دوسری کتاب کبھی نہ دیتا اور اگر داؤد علیہ السلام کی کتاب بگاڑ نہ دی گئی ہوتی تو اللہ اپنی انجیل میرے حوالے نہ کرتا، اس لیے کہ ہمارا معبود غیر متغیر ہے اور البتہ اس نے ایک ہی پیغام انسانوں کے لیے کہا ہے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 48



حضوری مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: عنبرین مغیث سروری قادری ایم۔اے (ابلاغیات)

آقائے دو جہان سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے لیے اور خصوصاً مومنین کے لیے تا قیامت ہدایت دینے اور رہنمائی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ''ہادی'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم اور خاص صفتِ مبارکہ ہے۔ جس کی قوت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر زمانے میں مومنین کے نبی، پیغمبر اور رہنما کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور ان تمام مومنین کی رہنمائی کرتے اور انہیں ہدایت دیتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہدایت اور رہنمائی کے طلب گار ہوتے ہیں۔ زمانے کی دوری کے باعث جو مومنین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات کا زمانہ نہ پا سکے آپ ان کے لیے بھی ہادی اور رہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں اور وہ صرف اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی سے ہرگز محروم نہیں رکھے جاتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں پیدا نہ ہو سکے کیونکہ یہ ان کے اپنے اختیار میں نہ تھا کہ وہ کس زمانے میں پیدا ہوں۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح رہنمائی اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے، جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حاصل کی، یہ ضروری ہے کہ وہ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل حیات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''زندہ'' ہونے کا یقین رکھتا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ مان کر آپ سے ہدایت اور صراطِ مستقیم پر رہنمائی کا سچے دل سے طالب ہو۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ ہی نہیں مانتا وہ آپ کو اپنا نبی اور ہادی کیسے مان سکتا ہے اور آپ کا امتی کیسے کہلا سکتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ پس جو شخص حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے وہ کس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہو سکتا ہے۔ وہ جو بھی ہے جھوٹا ہے، وہ بے دین و منافق ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''جھوٹا آدمی میرا امتی نہیں''۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ جسے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعتبار نہیں وہ ہر دو جہان میں ذلیل وخوار ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ شخص مردہ سمجھتا ہے جس کا دل مردہ ہو اور اس کا سرمایہ ایمان و یقین شیطان نے لوٹ لیا ہو۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ جو شخص اخلاص اور یقین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں فریاد کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع لشکرِ صحابہؓ، امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم تشریف لا کر ظاہری آنکھوں سے زیارت کراتے اور مدد فرماتے ہیں۔ (عقلِ بیدار)

❁ علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی (پارہ 22) میں بیان فرماتے ہیں ''احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روح بمع جسم زندہ ہیں بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین کے کونوں میں، عالمِ غیب میں، فرشتوں کے عالم میں، عالمِ ارواح میں، جہاں چاہیں سیر فرماتے اور تصرف فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی ہیئت پر ہیں جس ہیئت و شکل میں قبل از پردہ پوشی تھے۔ وہ ہیئت و شکل و صورت ویسی کی ویسی ہے اس میں کچھ نہیں بدلا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی آنکھوں سے چھپائے گئے ہیں جیسے کہ فرشتے چھپائے گئے ہیں حالانکہ وہ بھی بمع اجساد زندہ ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ دیدارِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت سے نوازنا چاہتا ہے اس سے حجابات اٹھا دیتا ہے اور وہ خوش نصیب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی اصلی حقیقی ہیئت و شکل و صورت میں دیکھتا ہے۔ جسد عنصری کے دیکھنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی اور یہ رویت جسم مثالی کی تخصیص کی طرف داعی نہیں''۔ (تفسیر روح المعانی)

❁ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ بیان

فرماتے ہیں ''میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوا کرتے تھے لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں پر ناگوار ہوگا اس واسطے خاموش رہتا ہوں''۔ (خط بنام نیاز الدین خان۔ فتراکِ رسول صفحہ 7)

ایک مسلمان سے مومن بننے کے لیے لازم ہے کہ صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی طرح حاصل ہو جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل تھی کیونکہ اسی صحبت کی بدولت ایک زبان سے کلمہ پڑھنے والے مسلمان کے قلب کا تصفیہ ہوتا تھا اور نفس کا تزکیہ کیا جاتا تھا جس کے بعد اس کا قلب اس لائق بنتا تھا کہ اس میں نورِ ایمان داخل کر کے اسے تصدیق بالقلب کرنے والا مومن بنایا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کے فضل سے یہ صحبت ظاہری و باطنی طور پر میسر تھی لیکن اگر آج ایک مسلمان اس صحبت سے فیض یاب ہونا چاہتا ہے تو اسے بھی اس نعمت اور فضلِ الٰہی سے محروم نہیں رکھا جاتا بلکہ ہر دور کے مسلمانوں کے لیے ''مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' اسی طرح موجود ہے جس طرح صحابہ کرامؓ کے دور میں موجود تھی لیکن اس مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے ذریعے صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فیض یاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایک طالب اس مجلس کی موجودگی کا دل سے یقین رکھتا ہو اور اس کی حضوری کا خلوصِ نیت اور شوق سے طلبگار ہو۔ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمۃ اللعالمین یعنی ہر جہان اور ہر زمانے کے لیے رحمت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی کسی سائل کو ''نا'' نہیں کہا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو سوال سے بڑھ کر عطا کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک سچا امتی، آپ سے محبت کرنے والا اگر آپکی صحبت کا طلب گار بنے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے کیونکر محروم رکھیں گے بلکہ یقیناً آپ اس کے لیے اپنی نورانی مجلس کے دروازے کھول دیں گے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات، آپ کی صحبت اور آپ کی مجلس رحمت ونعمت ہے امتِ مسلمہ کے لیے اور خوشخبری ہے ان مومنین کے لیے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ کرم سے اسی طرح فیض یاب ہونا چاہتے ہیں جس طرح صحابہ کرامؓ ہوا کرتے تھے۔

مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راہِ فقر کے اعلیٰ ترین مقامات میں سے ہے اور باطن میں اس سے اعلیٰ مقام اور کوئی نہیں لیکن اس مجلس کی حضوری حاصل کرنے سے قبل باطن کے کچھ ابتدائی مقامات طے کرنا بہر حال ضروری ہے اور طالب کے لیے اس کے ہر باطنی مقام پر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت مختلف ہے۔ جیسے جیسے وہ عشق و ایمانِ حقیقی کے مراتب میں آگے بڑھتا رہتا ہے قربِ الٰہی اور قربِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی ترقی پاتا ہے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت اس پر واضح ہوتی جاتی ہے۔ باطن میں اللہ تک سفر سے مراد یہ ہے کہ ایک طالبِ مولیٰ ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذریعے مرشد کامل کی رہنمائی میں پہلے عالمِ ناسوت کی قید سے نکلے یعنی اس عالم کی خواہشات' یہاں کے دنیاوی رشتوں اور تعلقات کی محبت اور یہاں پر موجود نفس کی حالت یعنی نفسِ امارہ کی برائیوں پر آمادہ فطرت سے یکسر نجات حاصل کر لے اور نیک نیتی اور خلوص سے کی گئی عبادات، زہد و تقویٰ اور مجاہدۂ نفس کی بدولت عالمِ ملکوت تک رسائی حاصل کرے پھر یونہی سفر جاری رکھتے ہوئے عالمِ جبروت اور پھر لاہوت لامکان تک پہنچے۔ لاہوت لامکان نور کا جہان ہے جہاں نہ اجسام ہیں نہ مکان ہیں۔ صرف نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ الٰہی کا سمندر ہے۔ طالب یہاں پہنچ کر جب مرشد کی مہربانی سے اس نور کے سمندر میں غرق ہوتا ہے تو اسے فنا فی اللہ اور فنا فی اسمِ محمدؐ کے مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ اس وقت اس کی اپنی حقیقت بھی نور ہوتی ہے اور اس کا نور اپنے اصل نور یعنی نورِ محمد نورِ الٰہی کو لوٹ کر اس سے مل جاتا ہے۔ فنا فی اللہ اور فنا فی اسمِ محمدؐ کے ان مراتب کی تکمیل کے بعد اس پر بقا باللہ کے مراتب کھلتے ہیں۔ وہ اپنی نورانی حقیقت سے مکمل وصال کے بعد واپس عالم ناسوت کی طرف مرتبہ در مرتبہ لوٹایا جاتا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج وصال و دیدارِ الٰہی کے بعد واپس عالم ناسوت کی طرف لوٹائے گئے تھے۔ البتہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فنا فی اللہ بقا باللہ کے تمام مراتب اور سفرِ معراج جسم و روح کے ساتھ طے کیا تھا جبکہ ایک طالبِ مولیٰ یہ تمام مقامات صرف باطن میں روحانی طور پر ہی طے کرتا ہے اور اس کا جسم اسی دنیا میں رہتا ہے اور عموماً وہ اپنے باطنی مقامات سے بھی بے خبر ہوتا ہے۔ صرف اس کا مرشد کامل اس کے باطنی مرتبے و مقام سے آگاہ ہوتا ہے یا طالب مولیٰ اسی قدر اپنے مقام کے متعلق جان پاتا ہے جس قدر اس کا مرشد اسے بتاد ے۔ فنا فی اللہ سے واپس بقا باللہ تک کا تمام سفر بھی صرف باطن میں ہی طے کیا جاتا ہے۔ طالبِ مولیٰ فنا کے مراتب سے گزار کر جب واپس بقا کی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے تو اس کے بعد اس کا جسم تو اس عالمِ ناسوت میں ہی رہتا ہے لیکن اس کا حقیقی نورانی وجود عالمِ لاہوت لامکان میں وحدتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سمندر میں ہی حالتِ وصال میں رہتا ہے۔ اس لیے وہ جسمانی طور پر اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی باطنی طور پر ہر عالم میں ہوتا ہے کیونکہ فنا فی اللہ کے سفرِ عروج کے دوران وہ جن جن عالموں سے گزرتا رہا وہ تمام عالم اس کی رسائی میں آتے گئے۔ بقا باللہ پر پہنچ کر چونکہ اس کی حقیقت نور بن چکی ہوتی ہے اور نور کو کسی ایک مقام پر مقید نہیں کیا جا سکتا اس لیے اس کا جسم اس عالمِ ناسوت میں ہوتے ہوئے بھی وہ خود حقیقتاً ہر عالم میں ہوتا ہے۔ اب اس کی باطنی آنکھ کھل چکی ہے یعنی اس پر ہر عالم کے ظاہر و باطن کی حقیقت کھل چکی ہے اس لیے سفرِ عروج کے دوران وہ جن جن باطنی مقامات سے مکمل طور پر واقف نہ تھا، بقا باللہ پر پہنچ کر وہ ان تمام سے آشنا ہو جاتا ہے۔

آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقتِ نورِ حق ہیں، ان کا مقام ہر مقام سے بالاتر ہے' وہ ہر عالم کے لیے رحمت اور ہر عالم میں موجود ہیں۔ پس جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہیں آپ کے اصحابؓ اور وہیں آپ کی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی موجود۔ یعنی ایک صادق طالب جس کا باطنی سفر مرشد کامل اکمل کی مہربانی اور ذکر و تصورِ اسم اَللّٰہُ ذات سے شروع ہو چکا ہے اور جو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے فیض کے حصول کا خواہشمند بھی ہے، تو ہر مقام پر مجلسِ محمدی سے فیض حاصل ہو رہا ہوتا ہے، اگرچہ وہ خود اس سے ناواقف ہوتا ہے لیکن آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اپنی نگاہ میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں اور اس پر عنایات فرما رہے ہوتے ہیں۔ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل حضوری تو مرشد کی مہربانی سے عالمِ لاھوت لامکان میں پہنچ کر ہی حاصل ہوتی ہے اور طالب کو اس مجلس کی پہچان بھی تب ہی حاصل ہوتی ہے جب وہ لاھوت لامکان میں پہنچ کر اپنے حقیقی نورانی وجود کے ساتھ اس حقیقی مجلس تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اس سے قبل وہ فیض حاصل کرنے کے باوجود حقیقی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان نہیں پاتا۔ بقاباللہ پر پہنچ کر جب وہ ہر حقیقت سے باخبر ہو جاتا ہے اور ہر عالم اس کے وجود میں جمع ہو جاتا ہے تب اسے ہر مقام پر موجود مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری بھی حاصل ہو جاتی ہے اور ہر مقام کی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان بھی ہو جاتی ہے۔ تب وہ اس عالمِ ناسوت میں ظاہری طور پر بمع جسم مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر بھی ہوتا ہے اور اسے پہچانتا بھی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ملاقات کرتا ہے اور ان کے اصحابؓ سے بھی، اور پھر اسے اس حقیقت پر ذرا سا بھی شک نہیں ہوتا کیونکہ وہ فنافی اللہ بقاباللہ کے ان مراتب پر ہوتا ہے جہاں حقیقت پر کوئی پردہ نہیں رہتا۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ مختلف عوالم اور مقامات پر لگنے والی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بیان کرتے ہیں:

✿ جان لے کہ اپنے اپنے مقام اور مرتبے کے لحاظ سے خاص مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو (9) مقامات پر منعقد ہوتی ہے (1) مقامِ ازل میں (2) مقامِ ابد میں (3) حرم مدینہ روضہ پاک میں (4) داخلی خانہ کعبہ یا حرم خانہ کعبہ یا میدانِ عرفات میں جہاں لبیک و دعائے حج قبول ہوتی ہیں (5) عرش کے اوپر (6) مقامِ قابَ قوسین میں (7) مقامِ بہشت میں جہاں سے اگر کچھ کھا پی لیا جائے تو عمر بھر نہ تو بھوک لگتی ہے اور نہ ہی نیند آتی ہے (8) مقامِ حوض کوثر پر جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک سے شراباً طہورا پی لی جائے تو وجود پاک ہو جاتا ہے اور ترک و توکل و توحید و تجرید اور توفیقِ الٰہی نصیب ہو جاتی ہے (9) دیدارِ انوارِ ربوبیت کی دید میں غرق ہونا ہے۔ جو طالب اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے وہ معرفتِ فقر کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ (شمس العارفین)

واضح ہو کہ یہ تمام مقامات باطنی مقامات ہیں اور طالب کو ان مقامات پر پہنچنے کے لیے باطن میں ہی سفر کرنا ہوتا ہے نہ کہ ظاہر میں۔ ازل ابتدا ہے جو غیر مخلوق نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس سے تمام مخلوق کی تخلیق ہوئی اور ابد انتہا ہے یعنی اسی نورِ محمد سے تخلیق کی گئی ارواح کی اسی نور کی طرف واپسی، جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ اَلنِّھَایَۃُ الرُّجُوۡعُ اِلَی الۡبِدَایَۃِ ''انتہا ابتدا کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے''۔ چنانچہ ابد سے مراد ازلی حقیقت کو لوٹ جانا ہے اور مقامِ ازل اور ابد پر لگنے والی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد عالمِ لاھوت میں نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وحدت کے سمندر میں غرق ہو کر فنا فی اسمِ محمدؐ ہو جانا ہے۔ اس وحدت کے سمندر میں غرق ہونے والوں کے لیے اپنے نورِ حقیقی نورِ محمد یا ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی یکتائی ہے۔ پس نہ وہ کبھی نورِ محمد سے جدا ہوتے ہیں نہ مجلسِ محمدی سے دور، ان کے لیے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی حضوری ہے۔ اسی وحدت کے سمندر میں تمام صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم، اہل بیت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم، سات سلطان الفقر اور دیگر عالی مرتبت اولیاء اللہ کا نور بھی موجود ہے اور ان تمام انوار ذاتِ حقیقی کا ایک مقامِ وحدت پر یکجا و یکتا ہونا مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل حقیقت اور مقام ہے۔ جو یہاں پہنچا اسی نے اس حقیقت کو جانا اور پہچانا۔ مقامِ ازل اور ابد میں لگنے والی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری حاصل کرنے کے بعد دیگر مقامات طالب کے باطن میں ہی موجود اور ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس کا قلب ہی مدینہ ہے، قلب ہی کعبہ ہے اور قلب ہی عرشِ الٰہی ہے۔ وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں ہے۔ وہ مقامِ ابد کو لوٹ کر اور نورِ وحدت کے سمندر میں غرق ہو کر سراپا نور ہو چکا ہے چنانچہ اس کا قلب انوارِ الٰہی کی آماجگاہ اور ذاتِ حق تعالیٰ کا عرش ہے لہٰذا مدینہ بھی ہے اور کعبہ بھی۔ یہ قربِ خاص جہاں دوئی نہیں مقامِ قابَ قوسین ہے اور طالب کے لیے بہشت ہے، یہیں اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب خاص میں حوضِ کوثر کے جام میسر آتے ہیں اور یہیں وہ دیگر صحابہ و اولیاء کی صحبت سے فیض یاب ہوتا ہے۔ پس دیدارِ انوارِ ذاتِ حق تعالیٰ میں گم ہو کر جسمانی طور پر دنیا میں حاضر لیکن حقیقی طور پر دنیا سے غائب اور لاھوت لامکان میں مقامِ وحدت پر لگنے والی مجلسِ محمدی میں دائمی حضوری سے مشرف رہتا ہے۔ اس کی ذاتی ہستی مٹ جاتی ہے اور نورِ محمد اس کی ذات میں جلوہ گر ہو کر اس کی حقیقت کے طور پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اصل مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری فنا فی اللہ بقاباللہ ہونے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے اور اس مقام تک پہنچے بغیر مجلسِ محمدی کی حضوری محض خواب و خیال ہی ہے۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ جان لے امت پیروکار کو کہتے ہیں اور پیروکار وہ ہے جو قدم بقدم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چل کر خود کو ان کی مجلس میں پہنچائے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے ان لوگوں پر جو راہِ حضوری نہیں جانتے لیکن نفس پرستی، خود نمائی اور کبر و ہوا کے باعث عارفانِ باللہ سے طلب بھی نہیں کرتے۔ بھلا جو شخص نظرِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منظور و حضور ہی نہیں وہ مومن، مسلمان، فقیر، درویش، عالم، فقیہہ، پیروکار اور امتی کیسے ہو سکتا ہے؟ جان لے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کی حضوری ہدایت کی جڑ ہے اور یہ ہدایت بدایت (ابتدا، بنیاد) میں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ''انتہا ابتدا کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے''۔ ظہورِ حق کی ابتدا چونکہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے ہوئی اس لیے ''ابتدا'' نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے لہٰذا ابتدا یعنی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنا ہی انتہا ہے۔ یہی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری

ہے اور یہی سرِّ ہدایت ہے۔ جو شخص اس کا قائل و طالب ہی نہیں وہ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی و پیروکار ہی نہیں''۔ (کلید التوحید کلاں)

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نور سے نور کے اسی ملاپ کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

طینت پاک مسلمان گوہر است
آب و تابش از یم پیغمبرؐ است
آب نیسانی بآغوشش در آ
و ز میان قلزمش گوہر بر آ

ترجمہ: مسلمان کی سرشت موتی کی طرح پاک ہے، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سمندر (مجلسِ محمدی) سے آب و تاب ملتی ہے۔ اگر تُو ابرِ بہار کا قطرہ ہے تو اس سمندر کی آغوش میں پہنچ اور اس کی تہہ سے موتی بن کر باہر نکل۔ یعنی فنائی نور ہو کر فنافی اللہ ہو جا اور ہمیشہ کی بقا اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری حاصل کر لے جہاں تیری تربیت اس طرح کی جائے گی کہ تُو موتی کی طرح چمکدار بن کر عالم کو اپنی روشنی سے منور کرے گا۔ اگر تو ایسا نہیں کر سکا تو تُو صرف ایک قطرہ ہی رہے گا جو اگر سمندر تک نہ پہنچا تو اس کا وجود ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گا۔

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ابتدا کو لوٹ کر جب طالب اسی نور کا حصہ بن جاتا ہے تو اب وہ ہمہ وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہمراہی میں رہتا اور ان سے ہدایت دین و معرفت الٰہی پاتا ہے۔ اپنے ظاہری ناسوتی جسم کے ساتھ بھی ان سے ملاقات اور گفتگو کرتا ہے۔ ہر مقام پر لگنے والی مجلسِ محمدی کی حضوری پا لینے کے بعد وہ عالمِ ناسوت میں لگنے والی ظاہری مجلسِ محمدی کو بھی پہچان لیتا ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بمع اپنے اصحابؓ اس کو تلقین و تربیت فرماتے ہیں۔ اگرچہ مرشد کامل کی بارگاہ میں پہنچنے کے بعد وہ فوراً اس سعادت سے مشرف ہو گیا تھا لیکن اسے پہچانتا نہیں تھا۔ عالمِ ناسوت میں لگنے والی مجلسِ محمدی کے متعلق حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۞ معرفت خدائی بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو عارفوں کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کی حضوری کے حالات یوں ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظاہر میں نفسانی لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں تو اپنے نفسانی وجود کے ساتھ ان سے گفتگو فرماتے ہیں اور جب باطن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روحانیوں سے ملاقات کرتے ہیں تو اپنے روحانی وجود کے ساتھ ان سے ہم کلام ہوتے ہیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے لبِ مبارک ہلاتے ہیں تو اہلِ تحقیق حیرت و عبرت میں ڈوب جاتے ہیں کیونکہ نفسانی بندہ سمجھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے مخاطب ہیں اور روحانی سمجھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے ہم کلام ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درجات اور مراتب بیان کرتے ہوئے حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جسے مقامِ شریعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری حاصل ہوتی ہے اسے مقامِ طریقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری کی کیا خبر؟ جسے مقامِ طریقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری حاصل ہے اسے مقامِ حقیقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری کے احوال کا کیا پتہ۔ جسے مقامِ حقیقت میں مجلسِ محمدی کی حضوری حاصل ہے اسے مقامِ معرفت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری کے حالات کیا معلوم۔ جسے مقامِ معرفت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری حاصل ہے وہ مقامِ عشق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری کے احوال کیا جانے۔ جسے مقامِ عشق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری حاصل ہے وہ مقامِ محبت کی حضوریات کیا جانے؟ جو خدا کی نظر میں سما جاتا ہے وہ یکتا باخدا (فنافی اللہ بقاباللہ) ہو جاتا ہے اور دونوں جہان (ظاہر و باطن) اس کی نظر کے سامنے رہتے ہیں۔ جسے مقامِ محبت کی حضوری حاصل ہے وہ حضوری فنافی اللہ کی حقیقت کیا جانے؟ پس ہر کوئی اپنے اپنے مرتبے کے مطابق حقیقتِ احوال جانتا ہے لیکن فقیر فنافی اللہ ہر مرتبے کی حضوری کے احوال جانتا پہچانتا ہے''۔ (عین الفقر۔ باب سوم)

بے شک فنافی اللہ ہوئے بغیر حقیقت حضوریٔ مجلس محمدی کے احوال جاننا پہچاننا ناممکن ہے، نہ ان احوال کو الفاظ کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے، نہ سمجھایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ سے رسالۃ الغوثیہ میں فرماتا ہے ''جو طور طریق ناسوت اور ملکوت کے درمیان ہے وہ شریعت ہے۔ جو طور طریق ملکوت اور جبروت کے درمیان ہے وہ طریقت ہے اور جو طریق جبروت اور لاھوت کے درمیان ہے وہ حقیقت ہے''۔ اس لحاظ سے شریعت کی مجلس محمدی عالمِ ناسوت میں لگتی ہے جس میں شریعت کے مطابق گفتگو اور تلقین کی جاتی ہے۔ جو طالب خود مقامِ ناسوت میں قید ہو وہ اس مجلس کی حضوری سے مرشد کامل کی مہربانی اور اپنی طلب اور خلوص کے مطابق فیض تو حاصل کرتا ہے لیکن اسے پہچانتا ہرگز نہیں (البتہ فنافی اللہ بقاباللہ کے مراتب طے کرنے کے بعد اسے پہچان بھی لیتا ہے)۔ اسی مجلس سے حاصل کردہ فیض سے جب وہ عالمِ ملکوت تک رسائی حاصل کرتا ہے تو اسے طریقت کی مجلسِ محمدی میں داخلہ ملتا ہے، یہاں سے فیض حاصل کر کے وہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے مراحل طے کرتا ہے اور عالمِ جبروت تک رسائی حاصل کرتا ہے جہاں اسے حقیقت کی مجلسِ محمدی سے فیض حاصل ہوتا ہے اور اس فیض کی بدولت اس کا نفس قلب اور روح تینوں مکمل نور میں ڈھل جاتے ہیں اور وہ عالم لاھوت میں پہنچ کر دیدار و معرفتِ الٰہی حاصل کرتا ہے اور یہاں اسے مقامِ معرفت کی مجلسِ محمدی کی حضوری حاصل ہوتی ہے جس میں اسے معرفتِ حق تعالیٰ، معرفتِ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، معرفتِ حقیقتِ نور اور اس کی اپنی ذات کی حقیقت کی معرفت کی تعلیم و تلقین سے نوازا جاتا ہے۔ اسی مقام پر اسے حقیقتاً مجلسِ محمدی کی حضوری حاصل ہوتی ہے، اس سے قبل وہ اس مجلس سے فیض حاصل کر کے ترقی تو کر رہا تھا لیکن دائمی حضوری کے لائق نہ تھا۔ مقامِ معرفت یعنی عالمِ لاھوت کی مجلسِ محمدی کی حضوری حاصل کر کے وہ دیدار انوارِ الٰہی سے فیض یاب ہوتا ہے کیونکہ یہاں

اس کا باطن نور میں ڈھل چکا ہے اور اس کے باطن کی نورانی آنکھ کھل چکی ہے۔ جیسا کہ حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس شخص کے دل (باطن) کی نوری آنکھ کھل جاتی ہے اسے مجلسِ محمدی کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے''۔ (کلید التوحید کلاں)

پس دیدارِ حسنِ ازلی اسے عشق کی مجلسِ محمدی تک رسائی عطا کرتا ہے جس کا مقام یاھوت یا عالمِ وحدت ہے۔ اس عالم میں پہنچ کر اس کا نور، نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں یوں غرق ہو جاتا ہے جیسے قطرہ سمندر میں اور وہ ''وحدت'' اور توحید کی حقیقت کو پا لیتا ہے کہ اصل وجود ایک ہی ہے یعنی ذاتِ حق تعالیٰ جس کی حقیقی صورت کا نام حقیقتِ محمدیہ ہے جو اس کی اپنی ذات کی حقیقت بھی ہے۔ پس عشق کی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض اسے غرقِ وحدتِ نورِ حق کر کے یکتائی عطا کرتا ہے اور وہ عالم ھاھویت تک رسائی حاصل کرتا ہے جہاں اسے محبت کی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ یہاں وہ محبّ سے محبوب، طالب سے مطلوب اور عاشق سے معشوق بن جاتا ہے۔ وہ اللہ پاک، سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صحابہ کرام، اولیاء کرام سب کا محبوب بن جاتا ہے، یہی مقام حاصل کر لینا مقامِ محبت کی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری اور اس کا فیض ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سمندر قطرے میں ہے یعنی تمام نورِ الٰہی اور نورِ محمدی اس کے وجود میں سمٹ آیا ہے اور اس کے رگ و پے سے عیاں ہے۔ اب مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کا اپنا باطن ہے۔ وہ اپنے باطن میں ہر ایک نبی، صحابی، ولی سے ملاقات کرتا اور فیض حاصل کرتا ہے۔ یہاں اس کے فنا فی اللہ کے سفر کی تکمیل ہوتی ہے اور آخری مرحلہ یعنی بقا باللہ کو لوٹ کر وہ فقیر کامل کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔ اب وہ ہر عالم کی مجلسِ محمدی میں بیک وقت حاضر بھی ہوتا ہے اور اسے کھلی آنکھوں سے دیکھتا اور پہچانتا بھی ہے۔

مقامِ شریعت کی مجلسِ محمدی کی حضوری والوں کو مقامِ طریقت کی مجلسِ محمدی کی حضوری کی خبر اس لیے نہیں ہوتی کیونکہ جب تک وہ عالمِ ناسوت سے نکل کر عالمِ ملکوت تک نہیں پہنچیں گے، اس عالم کے احوال اور اس میں موجود مجلسِ محمدی کی حقیقت کو کیسے سمجھیں گے۔ پس اسی طرح جب تک ایک طالب ایک مقام پر ہوتا ہے تب تک وہ اس سے اگلے مقام کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا۔

اب اہم سوال یہ ہے کہ ان مقامات سے کیسے گزرا جائے اور مجلسِ محمدی کی حضوری کے لائق کیسے بنا جائے تو اس کے لیے طلب، لگن، شوق، جدوجہد اور خلوصِ نیت کے ساتھ ساتھ سب سے ضروری مرشد کامل اکمل کا ساتھ اور رہنمائی ہے۔ مرشد کامل ہی وہ واسطہ، وسیلہ اور ذریعہ ہے جو ایک ناقص اور خام مسلمان کو اپنی نگاہِ کامل سے پاک کرتا ہے۔ اس کے نفس کا تزکیہ کرتا ہے اور قلب کا تصفیہ کر کے باطنی مقامات طے کرنے اور مجلسِ محمدی کی حضوری کے لائق بناتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ ترجمہ: مرشد کامل اپنے مریدین میں اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ایک نبی اپنی امت میں (سلطان الوھم)۔ چنانچہ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہادی اور رہبر ہیں اسی طرح مرشد کامل بھی مرید کا ہادی اور رہبر ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا باطنی جانشین اور نائب ہونے کی بنا پر اسے مریدین کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کرنے کی وہی قوت حاصل ہوتی ہے جس کے متعلق قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ترجمہ: وہ ان پر آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (الجمعہ۔2) مرشد کامل اکمل وہ فقیر کامل ہے جو فنا فی اللہ بقا باللہ کے انتہائی مقام پر فائز ہے جس کا باطن قطرے میں سمندر ہے اور جو مظہرِ نورِ الٰہی و نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ چنانچہ اس کا باطن ہی نورِ محمد اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ وہ ہر مقام کی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دائم حاضر اور اپنے مریدین کو اس مجلس کی حضوری کے لائق بنانے کے ہر طریق سے آگاہ ہے۔ اگر مجلسِ محمدی ﷺ کی حضوری ممکن ہے تو صرف اور صرف مرشد کامل اکمل کی رہنمائی اور اس کے واسطے اور وسیلے سے ممکن ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ اگر کوئی شخص مرشد کامل اکمل کے بغیر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کا دعویٰ کرتا ہے تو بے شک وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے لیے مرشد کامل کا ساتھ اختیار کرنے کے بعد اس کے ہر حکم کی اطاعت، اس پر مکمل اعتقاد اور خود کو مکمل طور پر اس کے حوالے کرنا ضروری ہے تاکہ وہ طالب کے اندر سے اچھی طرح میل نکال کر اسے مجلسِ محمدی کی حضوری کے لائق بنا کر آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ایسی اچھی حالت میں پیش کرے کہ وہ اسے خوشی سے اپنی مجلس میں قبول فرما لیں۔ حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

روز و شب در طلب نبویؐ با حضور
مرد مرشد میرساند خاص نور
ہر کہ منکر میشود زیں خاص راہ
عاقبت کافر شود با روسیاہ

ترجمہ: دن رات مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کی طلب کر لیکن یاد رکھ اس خاص نور تک صرف مردِ مرشد ہی پہنچا سکتا ہے۔ جو کوئی اس خاص راہ کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہو کر روسیاہ ہو جاتا ہے۔ (مجالستہ النبی خورد)

مرشد کامل کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات بھی قلب و باطن کی صفائی اور روح کی قوت کا باعث ہے جس کی مدد سے طالب کو باطنی سفر طے کرنے کی قوت میسر آتی ہے۔ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری بڑا مقام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے۔ صحابہ کرامؓ کے لیے اسمِ اَللّٰہُ ذات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظاہری چہرہ مبارک تھا اس لیے ان کو اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد ﷺ کے تصور کی ضرورت پیش نہیں آئی لیکن اب مجلسِ محمدی ﷺ کی حضوری کے لیے اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد ﷺ کا تصور ضروری ہے بشرطیکہ یہ وہاں سے حاصل ہوا ہو جہاں پر اسے عطا کرنے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے باطنی طور پر اجازت ہو۔ جب اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اسمِ محمد ﷺ کے نور سے طالب کو حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی پہچان ہوتی ہے تو اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''جس نے مجھے دیکھا بے شک اس نے حق دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا''۔

حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ مجلسِ محمدی کی حضوری کے لیے ذکر، تفکر اور تصور اسمِ اَللّٰہُ ذات کو لازمی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

❁ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے لیے ذکرِ احوال تک پہنچنا ضروری ہے۔ جب تک طالبِ اللہ کا وجود چار ذکروں، چار مراقبوں اور چار فکروں سے برتن کی طرح پک نہیں جاتا وہ مجلسِ محمدی کی حضوری کے قابل نہیں ہوتا۔ پہلا ذکر ''ذکرِ زوال'' ہے جس کو شروع کرتے ہی جملہ اعلیٰ وادنیٰ مخلوق ذاکر کی طرف رجوع کرتی ہے۔ بے شمار طالب مرید اس ذکر کو اختیار کرتے ہیں لیکن آخر کار جب یہ ذکر اختتام کو پہنچتا ہے تو تمام طالب (مرید) رجعت کھا کر اس ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں اور بیزار ہو کر پکار اٹھتے ہیں ''ایسے ذکر فکر سے سو بار ہماری توبہ''۔ صرف وہ طالبِ صادق اپنے حال پر قائم رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی انتہائی معرفت و وصال میں غرق ہو۔ دوسرا ذکر ''ذکرِ کمال'' ہے جس کو شروع کرتے ہی فرشتے ذاکر کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں اور کراماً کاتبین کے علاوہ دوسرے فرشتوں کے لشکر ذاکر کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں جو نیک و بد کے الہامات اسے دیتے ہیں اور اسے گناہوں سے باز رکھتے ہیں۔ جب یہ ذکر مکمل ہو جاتا ہے تو تیسرا ذکر ''ذکرِ وصال'' کھل جاتا ہے جو ذاکر کو مجلسِ انبیاء واولیاء میں پہنچا دیتا ہے اور جب یہ تیسرا ذکر ''ذکرِ وصال'' مکمل ہو جاتا ہے تو چوتھا ذکر ''ذکرِ احوال'' کھل جاتا ہے جس سے ذاکر تجلیاتِ نورِ ذات سے فیض یاب ہو کر مراتب فنا و بقا تک پہنچ جاتا ہے۔ ان اذکار سے گزرنے کے بعد ذاکر کا وجود مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے لائق ہو جاتا ہے''۔ (کلید التوحید کلاں)

اس عبارت کی شرح اس طرح سے ہے کہ اوّل ذکر یعنی ''ذکرِ زوال'' سے مراد ذکرِ تزکیہ نفس ہے جس میں نفسِ امارہ کا خاتمہ کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس کے لیے طالب کو مجاہدات وتکالیف سے بھی گزرنا پڑتا ہے اور کبھی لوگوں میں، کبھی خود اپنی نظر میں اور کبھی بارگاہِ الٰہی میں ذلت وشرمساری اٹھانا پڑتی ہے اسی لیے اسے ذکرِ زوال کہا گیا ہے۔ عام طالب ان تکالیف، مجاہدات اور ذلت و شرمساری کو برداشت نہیں کر پاتا اسی لیے پکار اٹھتا ہے کہ ایسے ذکر سے سو بار ہماری توبہ۔ جو طالب ذکرِ زوال سے گزرتے ہوئے ہر طرح کی ذلت وخواری کو محض اللہ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کی خاطر برداشت کرتا ہے اسے نفسِ امارہ ولوامہ سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے۔ اب اس کے عروج کا سفر شروع ہوتا ہے جسے ''ذکرِ کمال'' کہا گیا ہے یعنی نفسِ ملہمہ سے مطمئنہ تک کا سفر۔ نفسِ مطمئنہ چونکہ بالکل پاک وشفاف ہے اور اس کی حقیقت نور ہے یعنی یہاں پہنچ کر نفسِ طالب مکمل نورانی ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب وہ نور سے نور کے ملاپ یعنی وصالِ الٰہی کے لائق ہو چکا ہے، اسی مقام کے ذکر کو ذکرِ وصال کہا گیا ہے۔ اس وصال کے بعد وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری حاصل کرتا ہے۔ اب وہ مقامات کی قید سے آزاد ہے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احوال، دیدارِ الٰہی کے احوال، معرفتِ حق تعالیٰ کے احوال کو خود دیکھتا، سنتا، محسوس کرتا اور ان احوال سے خود گزرتا ہے جس کو ذکرِ احوال کہا گیا ہے۔ جب تک وہ یہاں تک پہنچ کر خود اپنی آنکھوں سے اس مجلس کو نہیں دیکھ لیتا اور اس میں حضوری کے حال کو خود تصدیق بالقلب سے جان نہیں لیتا تب تک اس کی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضوری کامل و مکمل نہیں ہوتی۔ ان چاروں اذکار یعنی مقامات سے گزرنے کے بعد ہی اس کی حضوری کامل ومکمل اور دائمی ہو جاتی ہے۔

مجلسِ محمدی ﷺ تک رسائی کے بعد بھی اگر کوئی چیز اسے اس کے مقام ومرتبے سے محروم کر سکتی ہے تو وہ ہے اس کی بے یقینی اور بے اعتقادی۔ یعنی اگر وہ مرشد کی مہربانی سے تمام مقامات سے گزر کر مجلسِ محمدی ﷺ کی حضوری حاصل کر لے اور اس کا دل بھی گواہی دے کہ وہ جس مجلس کو اپنی باطنی آنکھوں کے ساتھ ساتھ کھلی آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہے وہ مجلسِ محمدی ﷺ ہی ہے لیکن پھر بھی وہ یقین نہ کرے تو اسے اس کے مرتبے ومقام سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھوُ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو لوگ مجلسِ محمدی ﷺ میں حاضر ہو جاتے ہیں وہ یکبارگی ولی اللہ اور عارف باللہ کے مرتبے پر پہنچ جاتے ہیں یا یکبارگی انہیں مجذوب کے مراتب حاصل ہو جاتے ہیں، یا یکبارگی مراتبِ محمود کو پا لیتے ہیں یا مراتبِ مردود تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیکھنے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کرے کیونکہ یہ مجلس بہشت سرشت ہے۔ مجلسِ حضور میں نص، حدیث اور ذکر مذکور کا تذکرہ رہتا ہے۔ مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بعض محمود نیک خصلت بن جاتے ہیں اور بعض مردود ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ کسوٹی ہے، اس کے دیکھنے سے وجود کے اندر کا پوشیدہ کذب ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور طالب صادق جب اس مجلس کو دیکھتا ہے تو اس کا وجود سراسر نور ہو جاتا ہے اور پھر اسے مجلسِ محمدی ﷺ کی حضوری دائمی طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی حاسد منافق، مردہ دل کاذب جو شیطان کے فرزندوں اور خناس کے وسوسہ کی طرح ہے اور جو پیر ومرشد کا منکر، بے پیر بے مرشد اور بے معرفت ہے، یہ کہے کہ اس زمانہ میں کوئی پیر یا مرشد لائق ارشاد نہیں اس کی بجائے صرف مطالعہ کتب کافی ہے، تو وہ اس حیلہ شیطانی اور مکر وفریبِ نفسانی کے سبب رہزن ہے اور معرفت اور ہدایتِ خدا سے باز رکھتا ہے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے روکتا ہے۔ ایسے شخص کی بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ایسا شخص مردہ دل ہے اور کتے کی طرح مردار کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ (امیر الکونین)

پس مرشد کی مہربانی سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں جگہ پانے کے بعد اس حضوری کو دائمی اور کامل بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس پر کسی قسم کا شک نہ کیا جائے اور یہاں سے ملنے والے تمام احکام کی دل وجان سے تعمیل کی جائے۔ اگر اس کے خلاف دل میں کوئی خیال پیدا ہو تو طالب کو یقین ہونا چاہیے کہ یہ بلاشبہ شیطانی وسوسہ ہے اور اس کو رد کرنا ہی

بقیہ: صفحہ نمبر 25



محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازل تا ابد

فائزہ سعید سروری قادری (زیورچ سوئٹزرلینڈ)

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے رب ہونے کو ظاہر کرے تو اپنی ذات کے نور سے ایک نور کو جدا کیا اور جب اپنی محبت و معرفت کے آئینے میں اس نور کو دیکھا تو خود ہی اپنے اس نور کے حسن پر فدا ہو گیا اور محبت اور شوق کے اس عالم میں اُس نے اسے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام دیا''۔(محکِ الفقر کلاں)

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ سرّ الاسرار میں فرماتے ہیں ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے نورِ جمال سے تخلیق فرمایا۔ حدیثِ قدسی ہے:

خَلَقْتُ رُوْحَ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) مِنْ نُوْرِ وَجْھِیْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ وَ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ مِنْ نُوْرِہٖ وَ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ وَ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ فَالْمُرَادُ مِنْھَا شَیْءٌ وَاحِدٌ وَ ھُوَ الْحَقِیْقَۃُ الْمُحَمَّدِیَّۃ

ترجمہ: میں نے سب سے پہلے اپنے نور سے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تخلیق فرمایا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو تخلیق فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے میرے نور کو پیدا فرمایا اور فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو تخلیق فرمایا اور سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا فرمایا۔ ان سب سے ایک ہی شے مراد ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہوں مجھ کو خبر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے کونسی چیز پیدا فرمائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اے جابرؓ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا''۔

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ مِنْ نُوْرِہٖ

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

ان تمام احادیثِ مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پہلی تخلیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی تھے۔

ھُوالاوّل والآخر

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے باقی تمام مخلوقات وجود میں آئیں۔ یوں تخلیق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوّل ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہوا اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو الاول والآخر بھی کہا جاتا ہے

جیسا کہ سورۃ الحدید میں ارشادِ ربانی ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ O (سورۃ الحدید۔3)

ترجمہ: وہی اوّل ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

سورۃ آلِ عمران آیت 81 میں اللہ پاک فرماتا ہے

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ

ترجمہ: یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے یہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دے کر مبعوث کروں اس کے بعد تمہارے پاس میرا سچا رسول آ جائے تو سب ان پر ایمان لے آنا اور ان کے مشن میں ان کی مدد کرنا۔

اس آیت کی بابت امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ انوارِ انبیاء پر توجہ کرو۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ مبارک نے دیگر انبیاء کی ارواح وانوار پر توجہ فرمائی تو اس نور نے ان انوار کو ڈھانپ لیا۔ انبیاء نے عرض کی ''باری تعالیٰ ہمیں کس نے ڈھانپ لیا ہے'' تو اللہ نے ارشاد فرمایا ''یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نور ہے اگر ان پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں شرفِ نبوت سے بہرہ ور کیا جائے گا'' اس پر سب انوارِ انبیاء نے کہا ''باری تعالیٰ ہم ان پر ایمان لائے''۔

حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوّل و آخر ہونے کی خوبصورت مثال دی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ''ایک تاجر ہے وہ اپنے خزانے کے اوپر غالیچے لپیٹ کر رکھے مگر اس کے اندر ایک دوسرے کے اوپر کئی کپڑے بھر دے تو اس صورت میں جب وہ اس غالیچے کو کھولے گا تو جو کپڑا سب سے پہلے رکھا ہوگا وہ سب سے آخر میں نکلے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کا حال بھی کچھ اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح سب سے پہلے وجود میں آئی اور ظہور سب سے آخر میں ہوا اور اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوّل و آخر کہا گیا ہے''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

❁ كُنْتُ نَبِیًّا وَ اٰدَمَ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ

ترجمہ: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

اور فرمایا:

ترجمہ: ''خلقت کے لحاظ سے میں تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) سے پہلے اور بعثت کے لحاظ سے آخر میں ہوں''۔

تو ثابت ہوا کہ سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ مبارک کو پیدا کیا گیا لیکن اس دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور تمام انبیاء (علیہم السلام) کے بعد ہوا اور اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الاوّل والآخر کہا جاتا ہے۔

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعثِ تخلیقِ کائنات

اللہ پاک نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر ہی اس کائنات کو تخلیق کیا۔ اس کو خوش نما پھولوں سے آراستہ کیا، اس کو سجایا، سنوارا اور خوبصورت بنایا۔ خود اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

❁ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

ترجمہ: ''اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں یہ کائنات ہی تخلیق نہ کرتا''۔

❁ لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّةَ

ترجمہ: '' (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنا رب ہونا ہی ظاہر نہ کرتا''۔

اللہ پاک نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو اللہ پاک کبھی بھی اس کائنات کو نہ بناتا۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، کسی شے کا وجود نہ ہوتا یعنی جو کچھ بھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دم سے ہی ہے۔

اے کہ تیرے وجود پہ خالقِ دو جہاں کو ناز ہے''۔

اے کہ تیرا وجود وجہ وجودِ کائنات

روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔

حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ پروردگار میں عرض کی ''اے پروردگار میں تجھ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''اے آدم تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ان کو پیدا بھی نہیں فرمایا''۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی ''اے باری تعالیٰ جب تُو نے اپنی طرف سے مجھ میں روح پھونکی تو میں نے سر اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو وہاں لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا تھا۔ سو میں نے جان لیا کہ تُو نے اپنے نام کے ساتھ ایسے شخص کے نام کو ملایا ہے جو مخلوق میں تجھے سب سے پیارا ہوگا''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے آدم! تم سچے ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واقعی میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے وسیلے سے مغفرت مانگی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا''۔

ولادتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''مجھے پتا ہی نہ چلا کہ میں حاملہ ہوگئی ہوں اور نہ ہی مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا جو عام عورتوں کو ان دنوں میں ہوتا ہے۔ ایک روز میں خواب اور بیداری کے مابین تھی کہ کوئی میرے پاس آیا اور کہنے لگا آمنہؓ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپؓ حاملہ ہیں اور آپ کے بطن میں اس اُمت کے سردار اور نبی تشریف فرما ہوئے ہیں؟ اور جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ سوموار کا دن تھا۔ (الوفا۔ ابن

جوزی، جلد اوّل)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حمل کے ایام بڑے آرام سے گزرے۔ جب وقت پورا ہوگیا تو وہی فرشتہ جس نے مجھے خوشخبری دی تھی وہ آیا اور اس نے آکر مجھے کہا: ''قُوْلِیْ اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ ترجمہ: یہ کہو کہ میں اللہ واحد سے اس (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے ہر حاسد کے شر سے پناہ مانگتی ہوں۔

اس رات حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو جنت کا مشروب پلایا گیا۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ'' جس رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوئی میں نے ایک نور دیکھا جس کی روشنی سے شام کے محلات جگمگا اُٹھے اور میں ان کو باآسانی دیکھ سکتی تھی''۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہوئی تو حضرت آمنہؓ سے ایک نور نکلا جس نے سارے گھر کو بقعۂ نور بنادیا۔

ربیع الاوّل کا بابرکت مہینہ 12 تاریخ اور سوموار کا بابرکت دن تھا جب محسنِ انسانیت، مہتابِ رشد و ہدایت، محبوبِ خدا، رحمتِ دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دنیا کو اپنے نور سے جگمگا دیا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب پیدا ہوئے تو آپ مختون اور ناف بریدہ تھے اور آنکھوں میں سرمہ ڈلا ہوا تھا۔

ولادت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشی میں اللہ پاک نے سال بھر تمام عرب کی خواتین کو بیٹے عطا کیے اور عرب کے تمام سوکھے درخت اور کھیت ہرے بھرے کر دیئے گئے۔

ولادت کی رات آسمانوں کو زبرجد اور یاقوت کے مینار بنا کر روشن کیا گیا جو شبِ معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائے گئے اور بتایا گیا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کی رات سے روشن ہیں۔

حسنِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن کا تذکرہ ایک عام انسان کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اس حسن بے مثال کا احاطہ کرنے کی سکت کسی قلم میں نہیں۔ کیونکہ یہ وہ حسن بے مثال ہے جس پر اللہ پاک خود عاشق و فدا ہے۔ وہ محبوب خدا ہیں اور رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تمام کائنات سے زیادہ حسین و جمیل اور مکمل بنایا ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حسنِ یوسفؑ کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں، اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسن و جمال زمانے پر ظاہر ہو جاتا تو لوگ اپنی گردنیں کاٹ لیتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے نہ پست قد بلکہ میانہ قد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ کچھ گھنگھریالے تھے۔ جسمِ اطہر میں فربہ پن نہ تھا۔ چہرہ مبارک بالکل گول نہ تھا بلکہ اس میں تھوڑی گولائی تھی۔ رنگ سفید و سرخی مائل تھا۔ مبارک آنکھیں نہایت سادہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پلکیں دراز اور جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔ کندھوں کے سرے اور درمیان کی جگہ پُر گوشت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدنِ اقدس پر زیادہ بال نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ (ترمذی۔ ابن جوزی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کے حلقے اور دائرہ کی مانند تھا۔ (ابن جوزی)

تاجدارِ کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشانی مبارک کشادہ و روشن تھی۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ ایک دن چرخہ کات رہی تھیں اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے پاپوش مبارک کو پیوند لگا رہے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک پیشانی پر پسینے کے قطرے تھے اور ان قطروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں میں مبہوت ہو کر رہ گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا'' عائشہ کیا دیکھتی ہو؟'' میں نے کہا کہ'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشانی پر پسینے کے قطروں سے نور پھوٹ رہا ہے۔ اگر ابو کبیر ہذلی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس کیفیت کا مشاہدہ کر لیتا تو وہ جان لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ'' ابو کبیر کا کون سا شعر؟'' اس پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھا

فاذا نظرت الی اسرۃ اجھہ
برقت کبرق العارض المتھلل

ترجمہ: جب میں نے اس کے رخِ روشن کو دیکھا تو اس کے رخساروں کی روشنی یوں چمکی جیسے برستے بادل میں بجلی کوند جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ابرو مبارک نہایت باریک اور آپس میں ملے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک آنکھیں پُرکشش، گہری اور سرگیں تھیں۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے'' میں جب بھی آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چشمانِ مقدسہ کا نظارہ کرتا تو ان میں سرمہ لگا ہونے کا گمان ہوتا حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخسار مبارک نہ ابھرے ہوئے تھے اور نہ اندر کو دھنسے ہوئے بلکہ اعتدال و توازن کا دلکش نمونہ تھے۔ لب مبارک سرخی مائل، دہن مبارک فراخ، موزوں اور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، دندان مبارک میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ سینۂ اقدس فراخ، کشادہ اور ہموار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پشت مبارک کشادہ اور نہایت خوبصورت تھی''۔

الغرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حسن و جمال کا کامل نمونہ تھے۔ بنانے والے نے کہیں کمی نہ چھوڑی تھی، اللہ رب العزت خود بھی جمیل ہے اور اس نے جمال کو پسند فرمایا ہے وہ اپنے محبوب کے حسن و جمال میں کوئی کمی کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ البتہ اس نے اس حسن کو بے حجاب نہیں بنایا بلکہ اس کو عام لوگوں کے لیے ایک حجاب میں رکھا اور یہ حجاب صرف اور صرف سچے عاشقوں کے لیے اٹھایا جو اس حسن کو صرف نورِ بصیرت کے ذریعے ہی دیکھ سکتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہدِ امت

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شاہدِ امت بنا کر بھیجا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس شان کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا O (النساء۔41)

ترجمہ: اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم آپ کو ان سب لوگوں پر شاہد (گواہ) بنا کر لائے ہیں۔

سورۃ الاحزاب میں فرمانِ الٰہی ہے۔

❁ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (الاحزاب۔45)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شاہد (گواہ) بنا کر بھیجا ہے۔

سورۃ البقرہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ شان اس طرح بیان کی گئی ہے:

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ۔143)

ترجمہ: اور یہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم پر گواہ ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب لوگوں پر گواہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ نبوت سے ہر مومن و دین دار کے اس رتبے اور مرتبے کو جانتے ہیں جس مرتبہ و رتبہ کو وہ پہنچا ہوا ہے اور اس کے مقام کی حقیقت کو بھی جانتے ہیں۔ اس کے اس حجاب کو بھی جانتے ہیں جس کی وجہ سے وہ رکا ہوا ہے۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے گناہوں کو، تمہارے درجاتِ ایمان کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو (نفاق سے مراد قلبی بیماری ہے جو دل کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے) جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت دنیا و آخرت میں بحکم شرعی اُمت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے''۔

یوں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت کے روز تمام امت (اس میں صرف صحابہ کرامؓ ہی شامل نہیں بلکہ تا قیامت آنے والے سب مسلمان ہیں) کے ہر عمل کی گواہی دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گواہی کے مطابق ہی لوگوں کو نوازا جائے گا۔

مختارِ کُل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امانت وخلافت و نیابت الٰہیہ کے حامل ہیں۔ اللہ پاک نے زمین و آسمان، جنت و دوزخ، کامیابی و فتح اور فقر کی تمام کنجیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی ہیں اور اسی شان کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اسم ''قاسم'' یعنی تقسیم کرنے والا ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

❁ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (سورۃ احزاب۔37)

ترجمہ: اللہ نے اسے نعمت بخشی اور محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ نے اسے نعمت دی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

❁ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُوْتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الدُّنْيَا (بخاری و مسلم)

ترجمہ: میں سو رہا تھا کہ دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں میرے حوالے کر دی گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ خَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ (صحیح بخاری)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا) میں قاسم و خزانچی ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ ترجمہ: مجھے ساری زمین (کے خزانوں) کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ

ترجمہ: قیامت کے روز عزت اور چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ (مشکوٰۃ۔ جواہر البحار۔ خصائص کبریٰ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اللہ پاک رزق دیتا ہے اور میں اسے تقسیم کرتا ہوں''۔ (مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

یہ تمام احادیث اس بات کی گواہ ہیں کہ یہ تمام کائنات اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بنائی گئی تھی تو ان کے حوالے بھی کر دی گئی اور وہ جسے چاہیں جو چاہیں بحکم خدا بخش سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلے سے آج تک جو مرادیں بھی مانگی گئی ہیں، پوری ہوئی ہیں۔ ہر دعا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلے سے مانگی گئی پوری ہوئی۔ دنیا میں کسی کو کوئی بھی ظاہری و باطنی طور پر کوئی نعمت یا مرتبہ ملا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہی ملا ہے۔

میراثِ محمدؐ
فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

❁ اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ وَالْفَقْرُ مِنِّيْ

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

❁ اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ وَبِهٖ اَفْتَخِرُ عَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَآءِ

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر ہی کی بدولت مجھے تمام انبیاء کرام پر فضیلت حاصل ہے۔

❁ اَلْفَقْرُ كَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ: فقر اللہ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

فقر وہ مرتبہ ہے جہاں پر انسان ہر قسم کی حاجت سے منزہ و مبرا ہو جاتا ہے، اس کی ایک ہی حاجت باقی رہ جاتی ہے اور وہ ہے اللہ بس۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فقر کے بارے میں فرماتے ہیں:

❁ فقر عین ذات پاک ہے۔

❁ فقر دراصل دیدارِ الٰہی کا علم ہے۔

امیر الکونین میں آپ فرماتے ہیں ''تمام پیغمبروں نے فقر کے مرتبے کی التجا کی لیکن نہیں ملا۔ صرف سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی اُمت کے سپرد کیا یہ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

صرف فیض ہے''۔

رسالۃ الغوثیہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا ''اے غوث الاعظمؓ! اپنے اصحاب واحباب سے کہہ دو کہ تم میں سے جو کوئی میری صحبت چاہتا ہے وہ فقر اختیار کرے''۔

عین الفقر میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''فقر کوئی سات پشتی میراث نہیں کہ کسی کو وراثت میں مل جائے اور نہ ہی زبانی گفتگو سے حقیقتِ فقر تک پہنچا جاسکتا ہے''۔

فقر اللہ پاک کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کیا گیا ایک بہترین تحفہ ہے۔ یہ ہر انسان کے لیے نہیں بلکہ ان خاص لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے روزِ ازل سوائے اللہ کے کسی بھی چیز کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ یہ تو میراثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو کہ سچے عاشقوں کو عطا کی جاتی ہے۔

حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ پاک فرماتا ہے ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء)

ترجمہ: اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

یہاں اللہ پاک تمام جہانوں کا ذکر فرما رہا ہے یعنی گزرے ہوئے، آنے والے اور موجودہ جہاں۔

سورۃ النساء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

ترجمہ: پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کو ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

گواہ وہ ہوتا ہے جس نے تمام معاملے کو اپنی نگاہوں سے دیکھا ہو۔ جو بغیر دیکھے گواہی دے وہ جھوٹا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کو صادق اور امین جیسے القابات سے نوازا گیا ہے، کیا وہ جھوٹی گواہی دے سکتے ہیں؟ نہیں بالکل نہیں اور اگر (نعوذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات سے انکار کر دیں تو پھر وہ گواہی کیسے دے سکتے ہیں۔ اسی لیے یہ آیت اس حقیقت سے پردہ اٹھا رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات حقیقی اور کامل ہے لیکن ناقص عقل والوں کو اس کا ادراک نہیں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے یہ کائنات آپ کے لیے ہی بنائی ہے۔ تو جس کے لیے یہ کائنات بنائی اور سجائی گئی ہے اگر وہ ہی موجود نہیں تو پھر اس کائنات کے وجود کا بھی کوئی مطلب نہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ پس جو شخص حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منکر ہے وہ کس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہو سکتا ہے۔ وہ جو بھی ہے جھوٹا، بے دین و منافق ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''جھوٹا آدمی میرا اُمتی نہیں''۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ سن! اگر کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مردہ سمجھتا ہے اور حیات النبی کا انکار کرتا ہے تو اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ (عین الفقر)

حضرت علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ پس ازل سے ابد تک انسان کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحب لولاک سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام رسولوں، نبیوں اور خلیفوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ختمِ نبوت کے بعد غوث، قطب، ابدال اور دیگر اولیاء اللہ کی صورت میں اعلیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔ (فصوص الحکم والایقان۔ شرح ریاض قادری)

تف ہے ایسے گروہ پر جو ایسی واضح نشانیوں کے بعد بھی حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انکار کرتے ہیں۔ وہ قرآن کی آیات کے مطابق شہیدوں کو تو زندہ مانتے ہیں لیکن محبوبِ خدا، شاہد امت اور انسانیت کی معراج پانے والے اپنے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات سے انکار کرتے ہیں۔

بشکریہ: مرشد کامل، ہادی و مہربان حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کی زیرِ طبع تصنیف لطیف ''حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم''

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شاعر: صحابیٔ رسول
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہٗ

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

اے اللہ کے محبوب! میری آنکھ نے آج تک تجھ سے زیادہ حسین نہ دیکھا ہے، (نہ دیکھے گی) اور کسی عورت نے تجھ سے زیادہ حسین جمیل بچہ پیدا نہیں کیا

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

تجھے ہر عیب سے پاک اور بَرا پیدا کیا گیا ہے گویا آپ کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے جس طرح آپ چاہتے تھے

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا رَؤُوْفًا
رَسُوْلَ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

اے رسول خدا کے دشمن! تو نے برائی کی ہے، کس کی؟ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی، جو سرتاپا کرم اور نوازش ہیں جس نے ہر ایک پر مہربانی کی ہے، جو اللہ کا رسول ہے اور جس کی عادت پاک ہی وفا کرنے کی ہے

رَجَوْتُكَ يَا ابْنَ اٰمِنَةَ لِاَنِّيْ
مُحِبٌّ وَّالْمُحِبُّ لَهُ الرَّجَاءُ

اے آمنہؓ کے لال، میں نے تیری تمنا کی ہے میں محبت کرنے والا ہوں اور ہر محبت کرنے والے کی ایک تمنا ہوتی ہے

عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فائزہ سعید سروری قادری (زیورچ سوئٹزرلینڈ)



جناب سرورِ کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشق کے بارے میں فرماتے ہیں ''اگر عاشقوں کو جنت اس (اللہ) کے جمال کے بغیر نصیب ہو تو سخت بدقسمتی ہے اور اگر مشتاقوں کو اس (اللہ) کے وصال سمیت دوزخ بھی نصیب ہو تو بھی نہایت ہی خوش قسمتی ہے''۔ (اسرارِ قادری)

عشق کیا ہے؟ وہ محبت ہے جو ہر محبت کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور اس میں شدت و جنون اس قدر ہو کہ معشوق کے علاوہ کچھ بھی نہ سوجھے۔

اللہ نے خود اللہ سے محبت کو مومن کی صفت قرار دیا ہے۔ عشق ایسا جذبہ ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ فقراء کاملین نے عشق کو دیدارِ حق کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔ حقیقتاً تو روح کا اپنے رب سے رشتہ عشق کا ہی ہے۔ یہ عشق ہی تو ہے جو روح کے اندر وصالِ محبوب کی تڑپ پیدا کرتا ہے اور دیدارِ حق کا ذریعہ بنتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''واضح رہے کہ عشق کی یہ راہ مذہب و ملت اور کتابوں میں نہیں لکھی ہوئی۔ اس سے مراد رب الارباب ہے''۔

محبوب سبحانی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں ''میں نے اللہ کو دیکھا پھر میں نے سوال کیا: اے رب عشق کے کیا معنی ہیں؟

فرمایا ''اے غوث الاعظم! عشق میرے لیے کر، عشق مجھ سے کر اور میں خود عشق ہوں''۔ (الرسالۃ الغوثیہ)

جب رب کریم نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس نے اپنے نور سے نور جدا کیا اور اسے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام دیا پھر اس میں عشق کا جوہر خاص ملایا پھر اس نور سے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا۔ اب جس کی وساطت سے عشق کا جذبہ تمام مخلوق تک پہنچا اس کے عشق کی انتہا کیا ہوگی کوئی عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری زندگی کا پل پل عشقِ الٰہی کی مہک میں بسا ہوا ہے اور اسی عشق کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ پاک فرماتا ہے:

۞ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ: اے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرما دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تب اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق اتنا خوبصورت ہے کہ اللہ نے حکم دے دیا کہ جو کوئی ایسا عشق کرنے کی کوشش کرے گا میں اس کو اپنا محبوب بنا لوں گا۔ جیسا عشق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ نبوت سے پہلے بھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتوں کو رب ماننے اور پوجا کرنے کی طرف دل مائل نہیں ہوا تھا۔ ہر وقت اسی غور و فکر میں گم رہتے کہ حقیقت کیا ہے اور اسی مقصد کے لیے دنیا سے کٹ کر غارِ حرا میں جا کر کئی کئی دن مراقبے میں مشغول رہتے۔ تڑپ تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی لیکن کوئی سرا ہاتھ نہ آتا لیکن یہ یقین تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے یہ بت نہیں ہے۔ اور پھر اللہ نے خود ہی مدد فرمائی اور جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے وحی کا سلسلہ شروع ہوا جس سے حقیقتِ الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واضح ہو گئی۔ یوں عاشقِ حقیقی نے معشوقِ حقیقی کو پہچان لیا اور پھر باقی ساری زندگی آپ صلی اللہ علیہ نے معشوق کی خوشی کے لیے وقف کر دی۔ مستانہ وار محبوب کو سجدے کیے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''ایک وقت ایسا بھی گزرتا ہے جب میرے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہوتا''۔ اس کا بیان یوں ہے کہ ایک مرتبہ آدھی رات کے قریب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ وہ حیرت زدہ تھیں کہ اس وقت کہاں کا قصد کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چل دیں۔ دیکھا کہ مسجد نبوی کے اندر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پیچھے تشریف لے گئیں۔ سرسراہٹ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدرے رعب والی آواز میں فرمایا ''کون''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''عائشہ''۔ فرمایا ''کون عائشہ''؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی عائشہ''۔ فرمایا ''کون محمدؐ''۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھبرا گئیں اور واپس آ گئیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہا نے تمام ماجرا کہہ سنایا تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ الفاظ کہے کہ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ

ترجمہ: اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ایسا بھی گزرتا ہے جب نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش ہوتی ہے نہ کسی نبی کی۔

تنہائی میں تو عشق کا یہ عالم ہے کہ محبوب شریکِ حیات کو بھی

پہچاننے سے انکار کر رہے ہیں اور سب کے سامنے عشق کا اظہار یوں کر رہے ہیں کہ کھلے لفظوں میں اپنے ربّ کی برتری اور شان بیان فرمار ہے ہیں یہ سوچے بغیر کہ جو لوگ ہزار برسوں سے بتوں کی پوجا میں مگن ہیں ایک ان دیکھے رب کو کیسے مانیں گے۔ مگر جب محبوب نے وحی کے ذریعے حکم دیا کہ لوگوں کو میری حقیقت سے آگاہ کرو تو بس مل گیا زندگی کا مقصد۔ اب تو دھن سوار ہے کہ محبوب کو راضی کیا جائے اور اللہ کی رضا تو اسی میں ہے کہ جس مقصد کے لیے انسان کو پیدا کیا وہ مقصد پورا ہو یعنی عشقِ الٰہی کے لیے۔ اس مشن میں اب چاہے جان ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے۔ صرف چند جانثار ہی تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائے باقی تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مخالف ہو گئے۔ ایذا رسانیوں کی انتہا کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاں سے گزرتے آپ کا مذاق اڑایا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گزند پہنچانے کے نت نئے طریقے اپنائے جاتے۔ ایک بوڑھی عورت ہر روز کھڑکی میں کھڑی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انتظار کرتی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں سے گزرتے تو کوڑا پھینکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صبر فرماتے اور جب کسی طرح بات نہ بنی تو قریش مکہ کے اکابرین کا ایک گروہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ جتنی چاہے دولت لے لو مگر اس کام سے باز آجاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''تم چاہے میرے ایک ہاتھ پر چاند اور ایک ہاتھ پر سورج رکھ دو خدا کی قسم میں پھر بھی پیچھے نہ ہٹوں گا''۔ اس پر مکہ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے تمام ساتھیوں سے کاروبار اور لین دین ترک کر دیا یہاں تک کہ نوبت فاقوں تک آگئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب پر توکل کیا اور پیچھے نہ ہٹے۔ مکہ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تو اس کو بھی محبوب کی خوشی جانا اور اُف تک نہ کی اور مکہ چھوڑ کر مدینے کا رُخ کیا۔ اللہ پاک کی طرف سے حکم ہوا دشمنانِ اسلام کے خلاف تلوار اٹھانے کا تو اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر ساتھیوں کو لے کر میدان میں اُتر گئے چاہے وہ ہزاروں کے مقابلے میں تین سو تیرہ ہی تھے۔ اسی طرح صرف اللہ کی رضا کی خاطر ظالموں سے غزوات کیے اور کامیابی حاصل ہوئی۔

عشق اور راضی برضا رہنے کی انتہا اس واقعے سے ظاہر ہوتی ہے کہ ایک بار حضرت جبرائیلؑ حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مٹی دی اور کہا کہ یہ اس سرزمین کی مٹی ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لختِ جگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جائے گا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاہتے تو اپنے رب سے التجا کر کے تقدیر بدل سکتے تھے مگر اس کو اللہ کی رضا جان کر خاموشی اختیار کی۔

عاجزی کی انتہا یہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سجدے میں اس طرح گرے ہوئے دیکھا ہے جیسے کوئی بوسیدہ کپڑا زمین پر بچھا ہوا ہو۔

عشق تھا کہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ عاشق معشوق کی دید کا بے تابی سے انتظار کر رہا ہے اس بات کو اللہ پاک سورۃ والضحیٰ میں اس طرح بیان کرتا ہے ترجمہ: ''کیا اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو یتیم نہیں پایا۔ پھر اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ٹھکانہ دیا اور اس (اللہ پاک) نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنی محبت میں خود رفتہ وگم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا اور اس (اللہ پاک) نے اس (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو (وصالِ حق کا) حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی دید کی لذت سے نواز کر ہمیشہ کے لیے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا''۔

اب جب اللہ پاک نے جان لیا کہ اس کا عاشق وصال چاہتا ہے تو اللہ پاک نے بھی ویسا ہی بے مثال وصال عطا کیا جیسا بے مثال عشق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا اور اس وصال کو معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام دیا۔ سورۃ النجم میں اللہ پاک عاشق اور معشوق کی اس ملاقات کو بہت محبت سے بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ترجمہ: ''قسم ہے روشن ستارے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی۔ جب وہ (معراج شریف سے) نیچے اترے۔ نہ راہ بھولے اور نہ راہ بھٹکے۔ وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے۔ وہ وہی فرماتے ہیں جو ان کو وحی کی جاتی ہے۔ ان کو بڑی قوت والے رب نے علم سے نوازا ہے جو حسنِ مطلق ہے۔ پھر اس نے ظہور کا ارادہ فرمایا۔ اور وہ (نبی) معراج کی رات سب سے اونچے مقام (لامکان) پر تھے۔ پھر وہ قریب ہوئے اور پھر زیادہ قریب ہو گئے۔ پھر دونوں کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا یا پھر اس سے بھی کم (کتنا کم اللہ اور اللہ کا محبوب جانتا ہے)۔ پس اس مقامِ خاص پر اللہ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ دل نے اس کے خلاف نہیں جانا جو دیکھا۔ کیا تم اس بات پر جھگڑتے ہو جو انہوں نے دیکھا اور بے شک انہوں نے اس (جلوۂ حق) کو دوبارہ دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے قریب۔ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب نورِ حق کی تجلیاں سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپ رہی تھیں۔ نہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی آنکھ جھپکی اور نہ کسی اور طرف مائل ہوئی۔ بے شک انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک حدیث میں اس ملاقات کو یوں بیان کرتے ہیں:

❁ جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو رب میرے اتنا قریب ہوا کہ میرے اور رب کے درمیان دو کمانوں کے ملنے کی تصویر بن گئی یا اس سے بھی قریب (تفسیر روح البیان۔ جلد 4، صفحہ 142)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائشؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

رایت ربی فی احسن صورۃ

ترجمہ: میں نے معراج کی رات اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 49-70)

حسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا اور رب اپنے محبوب کے جلوؤں سے لطف اندوز ہوا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے جلوؤں میں اس طرح گم تھے کہ نظر کسی اور طرف مائل ہوتی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہی وہ مقام تھا جب تو اور میں کا فرق ختم ہو گیا۔ یہ مقام اَنَا اَنْتَ وَ اَنْتَ اَنَا کا تھا۔

سبحان اللہ کیا خوبصورت وصال تھا جو آج تک کسی

عاشق کو نصیب نہ ہوا کیونکہ آج تک کسی نے بھی اس پایہ کا عشق کیا ہی نہیں۔ اب مقام یہ تھا کہ عاشق عشق کرتے کرتے معشوق بن گیا اور اس رات اللہ نے اپنے معشوق کو راضی کرنے کی ٹھان لی تھی۔ دونوں جہانوں کے اٹھارہ ہزار عالم آراستہ و پیراستہ کیے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پیش کیے اور نہایت محبت سے پوچھا ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں نے دونوں جہانوں کے اٹھارہ ہزار عالم کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے تابع کر کے اس کا تماشا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے سامنے پیش کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اس میں سے کیا چیز پسند آئی اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کیا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اے خداوند مجھے دونوں جہان میں اسمِ اَللّٰہُ ذات اور تیری محبت پسند آئی اور تجھ سے میں تجھی کو مانگتا ہوں''۔ (عین الفقر)

❁ جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معراج کی رات حق تعالیٰ کے حضور میں سلطان الفقر سے ملاقات کی اور اس سے بغلگیر ہو کر سر سے پاؤں تک روبرو ہو کر فقر سے لپٹ گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود فقر میں بدل گیا۔ (جامع الاسرار)

❁ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو پہلے براق پر سوار ہوئے اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دونوں جہان اور اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق کو ہر طرح سے آراستہ و پیراستہ کر کے دکھایا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ترجمہ: ''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی آنکھ (دیدارِ الٰہی سے) نہ پھری اور نہ ہی (مقررہ) حد سے بڑھی''۔ یہ حالت ہر اعلیٰ اور ادنیٰ مقامات پر رہی اس لیے حق تعالیٰ کے حضور قاب قوسین کے مقام پر پہنچے اور دو کے مابین پیاز کے چھلکے کا سا پردہ رہ گیا۔ جب حبیب عین بعین ہوئے تو آواز آئی ''اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جب میں نے دونوں جہان تجھ پر قربان کر دیئے اور دونوں جہان اور اٹھارہ ہزار عالم کا نظارہ آپ کو کرا دیا تو ان میں کیا چیز آپ کو پسند آئی جو آپ کو عطا کی جائے''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عرض کی! اللہ تعالیٰ مجھے فقر عطا کیا جائے کیونکہ فقر کے برابر کسی کو قربِ الٰہی اور فنا فی اللہ حاصل نہیں ہے اور ایسا قرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتا''۔ یہی فقر ''سلطان الفقر'' ہے جو شخص ظاہر و باطن میں اس فقر کو دیکھتا ہے وہ صاحبِ اختیار ہو جاتا ہے اور مرتبہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر غالب آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں نے سلطان الفقر کا مرتبہ آپ کو عطا کیا ہے اور آپ کے فقرا کو بھی اور آپ کے اہلِ بیتؓ کو بھی اور آپ کے متقی اور صالح امتیوں کو بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عرض کیا کہ ہزار ہزار شکر ہے۔ (جامع الاسرار)

سلام اس عاشقوں کے سردار پر جن پر دونوں عالم فدا کیے جا رہے ہوں۔ دونوں عالم جس کی ملکیت میں دیئے جا رہے ہوں لیکن وہ مانگے تو صرف اور صرف محبوب کو۔ کچھ پسند کرے تو اپنے رب کو۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات اور اللہ کی محبت کو ہی فقر کا نام دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''فقر میرا فخر ہے''۔ فقر اختیار کر کے ہی انسان ہر قسم کی دنیاوی حاجات سے بے نیاز ہو جاتا ہے صرف اللہ کی رضا اس کے مدِنظر رہتی ہے۔ ہر حال میں اللہ کا شکر کرتا ہے۔ اللہ کے قرب کے سوا نہ وہ کچھ مانگتا ہے نہ چاہتا ہے۔ اللہ کی منشا و رضا میں مداخلت کو گناہ سمجھتا ہے۔ فقر کی انتہا ذاتِ رب ہے اور یہی وہ خزانہ ہے کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے لیے اور اپنی امت کے لیے پسند کیا۔

آئیے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بابرکت موقع پر دعا کریں کہ اللہ پاک ہمیں بھی ایسا ہی فقر اختیار کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا فقر اختیار کرنا مرشد کامل کے بغیر ناممکن ہے تو آج ہی میرے مرشد حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کے پاس آئیں اور اسم اَللّٰہُ ذات کا ذکر و تصور حاصل کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سچے امتیوں میں شامل ہو جائیں۔

بقیہ: سابقہ الہامی کتب میں تذکرہ محمد ﷺ

پس جب رسول اللہ (ﷺ) آئے گا وہ اس لیے آئے گا کہ ہر اُس چیز کو، جسے میری کتاب میں بدکاروں نے خراب کر دیا ہے، پاک کر دے۔ (باب 124 آیات 5-11)

اگر آج تمام الہامی کتب اپنی اصل حالت میں موجود ہوتیں تو ان میں سب سے زیادہ آیات ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ملتیں کیونکہ وہ ازل سے اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ نے جیسے قرآن میں ان کی بے حد و حساب شان بیان کی اسی طرح اپنی ہر الہامی کتاب میں کی۔ سب سے زیادہ شان والے نبی کی اُمت ہونے کی خوش نصیبی کے ساتھ ساتھ ہماری خوش قسمتی یہ بھی ہے کہ ہمارے نبی کی تعلیمات اور ان پر نازل کردہ قرآن آج بھی اصل حالت میں محفوظ ہیں لیکن کینہ پرور انسانوں نے آج بھی اپنا پرانا وطیرہ نہیں بدلا۔ اب وہ آیات و احادیث کو تو تبدیل نہیں کر سکتے لیکن اُن سے اپنی مرضی کے معنی اخذ کر کے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کو کم کر کے دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آیات و احادیث کے اصل معنی اُن اذہان کو حاصل ہوتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں اور اُن قلوب پر نازل ہوتے ہیں جو آپ ﷺ کے عشق سے معمور ہیں۔ جس طرح بارش کا پانی سبز گھاس کو اور سرسبز بناتا ہے اور کیچڑ کو اور گدلا کر دیتا ہے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے بھرا دل تمام آیات و احادیث کو پڑھ کر آپ ﷺ کی شان کا مزید قائل اور آپ ﷺ کی محبت میں مزید آگے بڑھ جاتا ہے اور آپ ﷺ سے بغض رکھنے والا دل ان آیات و احادیث سے ایسے ہی معنی اخذ کرے گا جو اس کے بغض میں اور اضافہ کریں گے۔ ایمان کی اصل حقیقت عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر حاصل ہونا ناممکن ہے کیونکہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ وہ نور ہے، جس میں ہر شے واضح اور اپنی اصل صورت میں نظر آتی ہے جبکہ اس عشق کے بغیر دل و دماغ تاریک رہتے ہیں اور دوسری اشیاء کی حقیقت تو دور کی بات انسان اپنی حقیقت کو بھی نہیں پہچان سکتا۔

سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور کی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر شائع ہونے والی نئی کتب

1 نام کتاب: شمس الفقرا

تصنیفِ لطیف:
خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن
سروری قادری مدظلہ الاقدس

سائز 7.5 x 10 — صفحات: 904

انشاء اللہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر چھپ کر تیار ہوگی

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے فقر پر ایک سو چالیس کتب تصنیف فرمائیں۔ ایک دیوان فارسی اور ابیاتِ باھُو (پنجابی) کے علاوہ تمام کتب فارسی نثر میں ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تمام کتب طالبانِ مولیٰ کے لیے صراطِ مستقیم ہیں اور طالبانِ مولیٰ کے لیے راہِ فقر میں عملی راہنمائی کے لیے تحریر کی گئی ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا اسلوبِ نثر عارفانہ ہے اور عارف کی تحریر میں ایک پہلو اخفا کا بھی ہوتا ہے تاکہ اسرارِ الٰہی نااہلوں پر ظاہر نہ ہوں۔ اسی لیے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کسی ایک کتاب میں فقر کے کسی ایک موضوع کو لے کر اس کے تمام پہلوؤں کا مکمل اور بیک وقت احاطہ نہیں کرتے، وہ یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ کسی ایک کتاب یا جگہ پر ایک ہی موضوع پر مکمل روشنی ڈالیں اور اس موضوع پر ابتدا سے انتہا تک اظہارِ خیال کریں اس لیے جتنا مناسب سمجھتے ہیں وہ اس موضوع پر اظہارِ خیال کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں اور کسی دوسری کتاب یا جگہ پر اس موضوع پر اظہارِ خیال فرماتے ہیں اس لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیماتِ حق کو سمجھنے کے لیے اور اُن پر عملی طور پر عمل کرنے کے لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تمام کتب کو روح میں اتارنے کی ضرورت ہے۔

زمانہ اتنا تیز رفتار ہے کہ آج کے دور میں انسان کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ تمام کتب کا مطالعہ کرے اور پھر اُن کو سمجھنے کی کوشش کرے اس لیے ''شمس الفقرا'' میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تمام تعلیمات کو موضوعات کے لحاظ سے راہِ سلوک کے مطابق جمع کر دیا گیا ہے اور قرآن وحدیث اور عارفین کی تعلیمات سے موازنہ کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات قرآن و احادیث کے عین مطابق ہیں اور دوسرا مشاہدۂ حق تعالیٰ کے لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے راہِ سلوک کا اس زمانہ میں کوئی ثانی نہیں ہے۔

شمس الفقرا سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے ان موضوعات اور عنوانات کے مطابق ترتیب دی گئی ہے:

کامل اور مکمل سوانح حیات سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ

فقر۔ طالبِ مولیٰ۔ عرفانِ نفس۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات۔ مرشد کامل اکمل۔ عشقِ حقیقی۔ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ دیدارِ الٰہی۔ انسانِ کامل۔ شان سلطان الفقر۔ توحید۔ الہام۔ کشف۔ وھم۔ علمِ دعوت۔ فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم۔ فضائلِ صحابہ رضی اللہ عنہم۔ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ۔ سلسلہ سروری قادری۔ شریعت۔ نفس۔ ترکِ دنیا۔ ریاکاری۔ اخلاصِ نیت۔ تسلیم و رضا۔ توکل۔ حضورِ قلب۔ تکبر، فخر وغرور اور عجز وانکساری۔ وفا اور قربانی۔ توفیقِ الٰہی۔ کلمہ طیب۔ فکر، تفکر اور مراقبہ۔ استقامت۔ مرتبہ فنا فی الشیخ، فنا فی اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فنا فی اللہ۔ تجلی۔ جمعیت۔ علم۔ تخلیقِ خیر و شر۔ یقین۔ ظاہر و باطن۔ غنایت۔ متفرق (حصہ اوّل) ہوا و ہوس۔ متفرق (حصہ دوم) سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی اصطلاحاتِ فقر

☆ ''شمس الفقرا'' سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔
شمس الفقرا آپ کو فقر اور تصوف کی ہزاروں کتب کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گی اور طالبانِ مولیٰ کے لیے رہنما ثابت ہوگی۔

☆ یاد رہے ''شمس الفقرا'' طالبانِ مولیٰ کے لیے مرتب کی گئی ہے جو راہِ فقر پر چلنا چاہتے ہیں یہ کتاب علمی رہنمائی کے لیے ہے تاکہ طالبانِ مولیٰ اس کے مطالعہ کے بعد عملی طور پر راہِ فقر اختیار کر سکیں۔

2 نام کتاب: مجتبیٰ آخر زمانی

تصنیفِ لطیف:
خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن
سروری قادری مدظلہ الاقدس

سائز 7.5 x 10 — صفحات: 550

انشاء اللہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر چھپ کر تیار ہوگی

یہ کتاب مشائخ سروری قادری کی اوّلین سوانحِ حیات ہے۔ تصنیفِ مبارکہ مجتبیٰ آخر زمانی میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی کامل اور مکمل سوانح حیات اور تعلیمات موجود ہیں۔

اس کے علاوہ سلسلہ سروری قادری کے مشائخ حقیقی جن سے سلسلہ سروری قادری اور امانتِ الٰہیہ کا سلسلہ اب تک جاری ہے، کی سوانح حیات پہلی بار کامل اور مکمل طور پر پردہ اخفا سے باہر لائی جا رہی ہے جن میں یہ مشائخ شامل ہیں:

۱۔ سلطان التارکین حضرت سخی سلطان سیّد محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

۲۔ سلطان الصابرین حضرت سخی سلطان عبدالغفور ہاشمی قریشی رحمتہ اللہ علیہ

۳۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سید محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشہدی رحمتہ اللہ علیہ

۴۔ سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ

۵۔ سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے بعد یہ سلسلہ سروری قادری کے مشائخ اور امانتِ الٰہیہ کے حقیقی وارث ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا فیض اسمِ اللہ ذات کی صورت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے انہی نائبین کے ذریعہ طالبانِ مولیٰ کیلئے جاری وساری ہے۔

سلسلہ سروری قادری کے اکتیسویں شیخِ کامل خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے جب مسندِ تلقین وارشاد سنبھالی تو سلسلہ سروری قادری کے حقیقی مشائخ کی سوانحِ حیات پر تحقیقی کام کا آغاز فرمایا اور سات سال کی انتھک کوششوں سے زیرِ نظر کتاب مرتب فرمائی جو اپنی صحت وواقعات کے لحاظ سے تحقیق کی ہر کسوٹی پر پوری اُترتی ہے۔

مجتبیٰ آخر زمانی کی تصنیف کا ایک اہم مقصد سلسلہ سروری قادری کے حقیقی مشائخ کی حیاتِ طیبہ پر پڑے اسرار کے پردوں کو ہٹانا اور ان کی عظمت سے عوام الناس کو روشناس کرانا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے اصل دینِ حنیف کو زندہ رکھنے کے لئے ان مشائخ نے انتہائی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اپنی حیات کے ہر لمحے کو دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے وقف کر دیا۔ ظاہر وباطن میں انتہائی کٹھن آزمائشوں سے گزرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں انہیں امانتِ فقر کا وارث بنایا گیا اور پھر انہوں نے طالبانِ مولیٰ کی راہِ حق پر بے مثال راہنمائی فرمائی اور آج تک کر رہے ہیں لیکن خود کو ہمیشہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھا کیونکہ ان کی خواہش اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس تک محدود ہے۔ خواہشِ عزوجاہ سے یہ مشائخ ہمیشہ دور رہے اس لئے آج کے دور میں سوائے طالبانِ مولیٰ کے انہیں کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اب وہ دور آنے کو ہے جب فقر کو عام ہونا ہے۔ جیسا کہ حضرت علامہ اقبالؒ کی بھی پیش گوئی ہے کہ

اب تیرا دور آنے کو ہے اے فقرِ غیور

چنانچہ مناسب سمجھا گیا کہ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ط کے مظہر سلسلہ سروری قادری کے حقیقی مشائخ کی سوانح حیات اور دینِ حنیف کے لئے کی گئی ان کی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچایا جائے تاکہ وہ ان مشائخ کی عظمت ومقام میں قربِ الٰہی کو سمجھ سکیں اور اس گمراہی اور ظاہر پرستی کے دور میں ان کی حیات وتعلیمات پر عمل کر کے معرفت اور قربِ الٰہی حاصل کر سکیں۔ خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس پر ذاتِ حق تعالیٰ کا خاص فضل اور کرم ہے کہ یہ خاص تحفہ عوام الناس کی راہنمائی کیلئے آپ مدظلہ الاقدس کی وساطت سے ظہور پذیر ہوا ہے۔

3

نام کتاب:

حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تصنیفِ لطیف:

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری مدظلہ الاقدس

سائز 5.5 x 9 صفحات: 176

انشاءاللہ عید میلادالنبی ﷺ پر چھپ کر تیار ہوگی

آقائے دو جہان محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ومقدسہ، کہ جس کا ذکر بلند کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے، پر آج تک بے شمار کتب اور انفرادی مضامین تحریر کیے جا چکے ہیں جن میں آپ ﷺ کی شان اور حیاتِ مبارکہ کے ہر پہلو کا احاطہ کیا جا چکا ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل کے حالات، ولادت کے حالات، بچپن، شباب، بعثت، جدوجہد، حسن واخلاق، معراج، اسلامی فلاحی ریاست کا قیام غرضیکہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات کا کوئی پہلو تشنۂ تحریر نہیں رہ گیا۔ لیکن آپ ﷺ کی باطنی حیات اور حقیقت پر اب تک کوئی تحریر علماء کرام کی جانب سے سامنے نہ آسکی کیونکہ علماء صرف آپ ﷺ کے ظاہر اور ظاہری حیات سے واقف ہیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے مظہرِ اُتم ہیں، اس سچائی سے بیشتر علماءِ حق اور عام مسلمان ناواقف ہیں لیکن کیوں اور کس بنا پر، یہ حقیقت ابھی لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے اپنی تصنیف ''حقیقتِ محمدیہ ﷺ'' میں محبوبِ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی باطنی حیات اور حقیقت کے ان پہلوؤں سے نقاب کشائی کی ہے جن پر اب تک کوئی اتنی جامع تحریر موجود نہیں ہے۔ اگرچہ صوفیاء کرام نے آپ ﷺ کی باطنی حقیقت کے متعلق اپنی تصانیف میں اشارۃً ذکر فرمایا ہے لیکن اس کو وضاحت کے ساتھ اور آسان زبان میں پہلی بار حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے اپنی اس کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ جب تک آپ ﷺ کی باطنی حقیقت یعنی حقیقتِ محمدیہ ﷺ سے آگاہی حاصل نہ ہو، آپ ﷺ کی شان اور اللہ کے ہاں آپ ﷺ کے مقام سے صحیح طور پر آشنا نہیں ہوا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس باکمال تصنیف میں حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے بیان کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کے دیگر پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے تو بہت اعلیٰ طریقہ سے حقیقتِ محمدیہ ﷺ واضح ہو جاتی ہے۔

''حقیقتِ محمدیہ ﷺ'' تمام مسلمانوں خصوصاً عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے اپنے محبوب آقا ﷺ کے ساتھ اپنا نورانی وروحانی تعلق قائم کرنے کا خاص الخاص اور نایاب ذریعہ ہے۔

4

نام کتاب:

حقیقتِ عید میلاد النبی ﷺ

سائز 5.5 x 9 | صفحات: 88

تصنیفِ لطیف:

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری مدظلہ الاقدس

انشاءاللہ عید میلاد النبی ﷺ پر چھپ کر تیار ہوگی

لفظ میلاد ''ولادت'' سے ہے اور عید سے مراد خوشی ہے اور عید میلاد النبی ﷺ سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی منانا ہے۔ کچھ لوگ اسے بدعت قرار دیتے ہیں اس بنا پر کہ یہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں نہیں منائی گئی۔ اس طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں موجود نہیں تھیں بعد میں اجماع سے عمل میں آئیں لیکن خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری مدظلہ اقدس نے اپنی اس تصنیفِ لطیف میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ ولادتِ نبوی ﷺ کی خوشی نہ صرف اللہ تعالیٰ نے منائی بلکہ دورِ نبوت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی عید میلاد النبی ﷺ منائی گئی۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ یا جشن عید میلاد النبی ﷺ سے مراد فقط یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ذکر پاک کرنے اور شریعتِ مطہرہ کے روشن پہلوؤں کا ذکر کرنا، آپ ﷺ کے کمالات اور درجات کا بیان، آپ ﷺ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا تذکرہ کرنا، حقیقتِ محمدیہ ﷺ کا تذکرہ کرنا، لوگوں کو شریعتِ مطہرہ سے آگاہ کرنا اور آپ ﷺ کی شان میں نعت خوانی کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔ خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری مدظلہ الاقدس نے عشق ومحبت میں ڈوبی تحریر کو تحقیقاتی شکل دیتے ہوئے تمام مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے تقریباً چالیس اوّلین وآخرین فقہا، محدثین اور امامین کی عید میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر رائے درج کی ہے۔ اس کے علاوہ حالتِ قیام میں حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے متعلق اکابر محدثین، فقہا کی رائے بھی درج کی ہے۔ اس کے علاوہ تاریخی پس منظر میں اوّلین زمانے سے اب تک جغرافیائی لحاظ سے منائی جانے والی عید میلاد النبی ﷺ کا بھی تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، علمائے کرام اور طالبانِ حق کے لئے ایک نادر اور نایاب تحفہ۔

5

نام کتاب:

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

سائز 5.5 x 9 | صفحات: 280

تصنیفِ لطیف:

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری مدظلہ الاقدس

انشاءاللہ عید میلاد النبی ﷺ پر چھپ کر تیار ہوگی

خلفائے راشدین ماہتابِ ہدایت آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روشن ستارے ہیں جن کے ادوار اُمتِ مسلمہ کے سنہری اور بہترین ادوار ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور خلیفۂ پنجم نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ محبوبانِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ ان خلفائے راشدین کی شان بے مثال ہے اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کو دنیا میں استحکام عطا کرنے اور پھیلانے کے لیے آپ سب کی جدوجہد شاندار اور بے مثال ہے۔ ان خلفائے راشدین نے اس دنیا کو ایک فلاحی ریاست کا نہ صرف پہلی بار تصور دیا بلکہ اس کو بہترین صورت میں قائم کر کے بھی دکھایا۔ آج بھی یورپ اور سکینڈے نیوین ممالک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے وضع کردہ قوانین لاگو ہیں اور تمام دنیا میں رائج فلاحی ریاستیں ان خلفائے راشدین کی قائم کردہ اسلامی ریاست سے متاثر ہو کر ہی قائم کی گئی ہیں۔

ان تمام خلفائے راشدین کی حیاتِ مبارکہ کا ہر پہلو خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی، مذہبی ہو یا اخلاقی، سیاسی ہو یا معاشرتی، مسلمانوں کے لیے لائقِ تقلید ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے فلاح پا جاؤ گے''۔

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے پانچوں خلفائے راشدین کی حیاتِ مبارکہ، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاں ان کے مقام اور شان، اسلام کے لیے ان کی جدوجہد اور ان کو درپیش مسائل پر ایک مفصل لیکن جامع کتاب تحریر کی ہے جو ان تمام پہلوؤں کا مکمل جائزہ انتہائی خوبصورتی سے پیش کرتی ہے۔ خصوصاً خلیفۂ پنجم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہٗ کے متعلق ایسی جامع تحریر اب سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ طالبانِ حق کے لیے ایک نایاب کتاب ہے تا کہ وہ اس سے راہنمائی حاصل کر کے اُن کے راستہ پر چل سکیں۔

6

نام کتاب:

فضائل اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

سائز 5.5 x 9 | صفحات: 130

تصنیفِ لطیف:

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری مدظلہ الاقدس

انشاء اللہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر چھپ کر تیار ہوگی

اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے رجس سے پاک وطاہر فرما دیا ہے اور وہ سفینہ نوح علیہ السلام کی مانند ہیں جو اُن سے وابستہ ہوا فلاح پا گیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ستاروں کی مانند ہیں جو کسی ایک ستارہ سے وابستہ ہوا صراطِ مستقیم پا گیا زمانہ قدیم میں لوگ ستاروں کی مدد سے راستہ تلاش کیا کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اشارہ مبارک بھی اسی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے قرآن پاک کی رو سے یہ بات یاد رکھیں کہ جس نے بھی حالتِ ایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا وہ جنتی ہے اور اللہ اس سے راضی ہے۔ آپ اپنی فکر کریں:

مومن کے لئے اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یکساں محبت ایمان کا حصہ ہے اور کسی ایک کے بارے میں دل میں ذرا سا منفی خیال ایمان کو سلب کر دیتا ہے اسلام میں ہمیشہ دو گروہ ایسے موجود رہے ہیں جن میں ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا دعویٰ کرتا اور اہلِ بیت سے بغض رکھتا ہے اسے خارجی کہا گیا ہے اور امت سے علیحدہ ہونے والا یہ پہلا گروہ ہے جو امت سے خارج ہو گیا اور دوسرا گروہ وہ ہے جو دعویٰ تو اہلِ بیت سے محبت کا کرتا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا ہے یہ رافضی ہے ان دونوں گروہوں کے درمیان ہونے والی لڑائی نے امتِ مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امتِ مسلمہ کو حق پر متحد فرمائے۔

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے اپنی اس تصنیفِ لطیف میں طالبانِ حق اور متلاشیانِ صراطِ مستقیم کے لئے فضائل اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بڑی صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اپنی طرف سے ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں کیا اس کتاب سے ہر مسلک اور شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے اہلِ شعور کے دل ہر قسم کے بغض وعناد اور فتنہ وفساد سے پاک وصاف ہو کر عشق ومحبت اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گداز ہو جاتے ہیں اور مومن کا راہِ معرفت اور وصالِ حق تعالیٰ کا سفر آسان اور ممکن ہو جاتا ہے:

7

نام کتاب:

حیات وتعلیمات سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

سائز 5.5 x 9 | صفحات: 220

تصنیفِ لطیف:

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری مدظلہ الاقدس

انشاء اللہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر چھپ کر تیار ہوگی

سیّد الکونین، سلطان الفقر، محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی سیّدنا غوث الاعظم محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نہ صرف دونوں جہانوں میں حیات ہیں بلکہ اُن میں کامل تصرف رکھتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزیر اور نائب ہیں۔ فقر میں جس مقام اور منزل تک آپ رضی اللہ عنہ پہنچے کوئی اور نہ پہنچا اور نہ پہنچ سکے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

جس نے بھی غوثیت، قطبیت، درویشی، فقیری، اولیائی، ولایت وہدایت کی دولت ونعمت وسعادت پائی سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے پائی کیونکہ جو ان کا منکر ہوا وہ دونوں جہانوں میں ابلیس لعین کی طرح مردود ہو کر خوار ہوا۔ ہر بندۂ مومن جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی ہے، یا تھا یا غوث، قطب، ولی اللہ ہے حضور غوث پاک کا مرید ہے ان میں سے کوئی بھی حضور غوث پاک کی مریدی سے باہر نہیں۔ جو ان کی مریدی سے انحراف کرتا ہے وہ مراتبِ معرفت تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا اس کے تمام مراتب سلب ہو جاتے ہیں (محک الفقر کلاں)

یوں تو سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی حیات وتعلیمات پر لاکھوں کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن ''حیات وتعلیمات سیّدنا غوث الاعظمؓ '' ایک منفرد کتاب ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ کی کامل مکمل سوانحِ حیات کے ساتھ ساتھ' آپ کی تصانیف مبارکہ سے فقر کی تعلیمات کو فقر کی منازل اور مقامات کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے اور یوں آپ کی تعلیماتِ فقر کو سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ راہِ فقر کے راہی کے لیے ایک انمول تحفہ۔ امید ہے راہِ فقر کے سالک کے لیے یہ کتاب ایک راہنما ثابت ہوگی۔

ناشر:

اقرأ باسم ربک الذی خلق - سلطان الفقر پبلیکیشنز

سلطان الفقر ہاؤس 4/A-ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Tel: 042-35436600, Cell: 0322-4722766 E-mail: sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com

● www.tehreek-dawat-e-faqr.com ● www.sultan-ul-faqr.com

سُلطانُ الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور کی مطبوعات



نام کتاب: **سُلطانُ الوَھم (کلاں / خورد)**

تصنیفِ لطیف: سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ

مترجم: حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری ایم۔ایس۔سی (باٹنی)

صفحات: 144 سائز: 8.75x5.75

''سلطان الوھم'' سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی فقر کے اہم مقام ''وھم'' پر بہت ہی مدلل تصنیفِ مبارکہ ہے۔ وھم کا شمار خزائنِ دل میں ہوتا ہے۔ جس طالبِ مولیٰ کو یہ خزانۂ دل حاصل ہو جاتا ہے وہ روح کی سماعت و بصارت کے ساتھ عالمِ باطن میں کلام و رابطے کے قابل ہو جاتا ہے اور اس کا قرب و وصالِ الٰہی کا سفر آسان ہو جاتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی اس تصنیفِ لطیف کا قلمی نسخہ پہلی بار 1977ء میں دریافت ہوا۔ سلطان الوھم شاہ ظن مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے اپنی نگاہِ کامل سے طالبانِ حق کو نہ صرف ''وھم'' جیسی نعمت سے نوازا بلکہ اپنے مرید خاص حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری کو اس تصنیفِ مبارکہ کے ترجمہ کی اجازت عطا فرماتے ہوئے ظاہری و باطنی رہنمائی بھی فرمائی۔ حافظ حماد الرحمٰن سروری قادری نے دورانِ ترجمہ اصل فارسی متن کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے وضاحت طلب اصطلاحات و مقامات پر جامع حواشی بھی مرتب فرمائے۔ اہلِ فقر وارباب طریقت کے لیے ایک نایاب تحفہ۔ دیدہ زیب پرنٹنگ اور مضبوط جلد کے ساتھ۔

● ہدیہ 250 روپے علاوہ ڈاک خرچ ● ڈاک خرچ 20 روپے



نام کتاب: **حقیقت اسمِ اَللّٰہُ ذات**

تصنیفِ لطیف: خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

صفحات: 64 سائز: 8.75x5.75

حقیقت اسمِ اَللّٰہُ ذات کی حقیقت پر ایک مختصر اور جامع کتاب

● ہدیہ 70 روپے علاوہ ڈاک خرچ ● ڈاک خرچ 20 روپے



نام کتاب: **مرشد کامل اکمل**

تصنیفِ لطیف: خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

صفحات: 48 سائز: 8.75x5.75

مرشد کامل اکمل کی حقیقت پر ایک مختصر اور جامع کتاب

● ہدیہ 70 روپے علاوہ ڈاک خرچ ● ڈاک خرچ 20 روپے

نوٹ: VPP ارسال نہیں کی جاتیں۔

ناشر: سُلطانُ الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور
سلطان الفقر ہاؤس
4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790
Ph: 042-35436600, 0322-4722766

Regd. CPL # 53
Monthly Sultan-ul-faqr Lahore
www.tehreek-dawat-e-faqr.com
www.sultan-ul-faqr.com



بسم اللہ الرحمن الرحیم

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسلسلہ

جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پروگرام

12 ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ

24 جنوری 2013ء

بروز جمعرات

☆ وقت پروگرام:

بعد نمازِ ظہر تا نمازِ عصر

☆ پابندیٔ وقت ضروری ہے

زیرِ صدارت

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری مدظلہ الاقدس



بمقام "سلطان الفقر ہاؤس" 4/A، ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور

فون نمبر: 042-35031210,35436600 0322-4722766

Tehreek Dawat-e-Faqr

زیرِ اہتمام شعبہ نشر و اشاعت تحریک دعوتِ فقر (پاکستان)

"سلطان الفقر ہاؤس" 4/A ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور

Tehreek Dawat e Faqr